رمضان کے فضائل، روزہ کی اہمیت، اوراس کے
حقوق ومصالح اور سحر وافطار کے شرعی احکام

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی
استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر
ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا، ہردوئی روڈ لکھنؤ

احکام رمضان المبارک

رمضان کے فضائل، روزہ کی اہمیت، اور اس کے
حقوق ومصالح اور سحر وافطار کے شرعی احکام

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگّا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب: احکام رمضان المبارک

افادات: :حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

مرتب: مفتی محمد زید مظاہری ندوی

صفحات: ۱۹۶

قیمت:

اشاعت دوم: ۱۴۳۱ھ

ویب سائٹ............WWW.alislahonline.com

ملنے کے پتے

☆ دیوبند و سہارنپور کے تمام کتب خانے

☆ مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ اشرفیہ، اشرف المدارس ہردوئی

☆ مکتبہ رحمانیہ، ہتورا، باندہ

اجمالی فہرست

فہرست احکام رمضان المبارک

عنوانات صفحات

باب ۱

فضائل رمضان المبارک

باب ۸
روزہ کا نفع کم کھانے پر موقوف نہیں

باب ۹
سحر وافطار اور اس کے متعلقات

باب ۱۰

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تعلیمات کے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا

ارشاد گرامی

ارشاد فرمایا:

حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے، (کہ دین کے تمام شعبوں کو زندہ کیا، چنانچہ ہر شعبہ کے متعلق ان کی تعلیمات موجود ہیں) بس میرا دل یہ چاہتا ہے، تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی ......مولانا تھانوی کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے،

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۹، قسط۴، ملفوظ نمبر ۵۶)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی وفات کے موقع پر ارشاد فرمایا:

میرا جی یہ چاہتا ہے کہ......اس وقت خاص طور سے یہ مضمون پھیلایا جائے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے تعلق بڑھانے، حضرت کے برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کی ترقی درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیماتِ حقہ پر استقامت کی جائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔

جتنا جتنا حضرت (حکیم الامت تھانویؒ) کی ہدایات پر کوئی چلے گا اتنا ہی بقاعدہ **من دعی الی حسنة فله اجرها و اجر من عملها** ۔حضرتؒ کے سرمایۂ حسنات اور درجات عالیہ میں ترقی ہوگی...... یہ ایصال ثواب کا اعلیٰ طریقہ ہے۔

(ملوظات مولانا الیاس صاحب ص:۵۷ قسط ۵، ملفوظ ۶۹)

رائے عالی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارك الله فی حیاته وفی افادته) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) تیار ہوتا جا رہا ہے......

ان خصوصیات اور افادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدردانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی، ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت گاہ میں انجام پا رہے ہیں۔ اطال اللّٰہ بقائه وعمم نفعه جزاه اللّٰہ خیرا۔

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

رائے عالی

عارف باللہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ عربیہ هتورا باندہ (یوپی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حکیم الامت حضرت مولانا ومقتدانا الشاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بزمانہ طالب علمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہوکر مرجع خلائق ہوں گے اور ہر عام وخاص ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے۔ ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید''

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلی مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہورہی ہے، حضرت کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندو پاک میں کام ہورہا ہے، لیکن بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی تین درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ
خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

عرض مرتب

اسلام بے شک ایک سچا اور سب سے آخری، ابدی مذہب ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس مذہب کے علاوہ اب کوئی دوسرا مذہب مقبول نہیں، ''**اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الاِسْلَام**'' اس مذہب کے مقتدا و پیشوا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے اور سب سے آخری نبی ہیں چنانچہ جب تک دنیا قائم ہے، آپ ہی کا لایا ہوا دین معتبر ہوگا، اس کے سوا تمام مذاہب منسوخ ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات منظور تھی کہ قیامت تک اب اسی دین پر عمل کیا جائے، اور اب کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس دین سماوی کی حفاظت کا پورا انتظام فرمایا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی میں میری امت میں ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو دین کی تجدید کردے گا۔ (ابوداؤد بروایت ابوہریرہؓ)

تجدید دین کا مطلب یہ ہے کہ دین حق کو نکھار کر امت کے سامنے پیش کردے، حق کو باطل سے ممتاز کردے اور دین و شریعت میں جو لوگوں نے افراط و تفریط کر رکھی ہے اس کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرے، ان ہی مجددین میں ہمارے اکابر میں سے ایک بزرگ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جن کی مجددیت پر ایک بڑی جماعت کا اتفاق ہے نیز آپ کے اصلاحی و تجدیدی کارنامے خود اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجدید دین کے لیے پیدا فرمایا تھا، آپ نے دین کے تمام شعبوں میں جہاں ضرورت سمجھی تجدیدی و اصلاحی کاوش فرمائی تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی اور وعظ و تقریر کے ذریعہ بھی، دین کے تمام شعبوں یعنی عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اخلاق، سیاست و حکومت نیز عبادت کے مختلف انواع یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ میں ہر شعبہ سے متعلق آپ کے اصلاحی و تجدیدی

کارنامے آپ کے ملفوظات، مواعظ، تصانیف، فتاویٰ، مقالات میں بکھرے پڑے ہیں، ضرورت ہے کہ امت ان سے مستفید ہو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے احقر نے یہ کوشش کی تھی کہ دین کے جملہ شعبوں سے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کی جو بھی خدمات ہزاروں صفحات میں منتشر ہیں ان کو موضوع وار یکجا مرتب اور کتابی شکل میں کر دیا جائے تا کہ اس سے استفادہ آسان ہو، چنانچہ عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست، وغیرہ موضوعات پر متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

زیر نظر مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، رمضان المبارک، روزہ، تراویح، اعتکاف وغیرہ سے متعلق حضرت اقدس تھانویؒ نے اپنی پوری زندگی میں جو اصلاحات فرمائی تھیں، احقر نے اپنی کوشش کی حد تک ان سب کو مرتب طور پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور آسانی کے لیے ان کو تین بلکہ چار رسالوں میں منقسم کیا ہے، ''احکام رمضان المبارک'' میں تو رمضان اور روزہ، افطار، وسحر وغیرہ سے متعلق مضامین جمع کئے ہیں، ''احکام اعتکاف'' میں اعتکاف کے علاوہ شب قدر، الوداع، عیدین اور رویت ہلال کے متعلق مضامین مذکور ہیں، اور تراویح میں ختم قرآن سے متعلق ضروری احکام علیحدہ رسالہ میں ''تحفہ حفاظ'' کے نام سے جمع کر دیئے گئے ہیں، نیز حقوق القرآن سے متعلق ضروری مضامین بھی علیحدہ رسالہ میں ''حقوق القرآن'' کے نام سے مرتب ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس معمولی کوشش کو قبول فرمائے اور امت کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین یارب العالمین۔

محمد زید مظاہری ندوی

جامعہ عربیہ ہتورا باندہ ۷؍شعبان ۱۴۲۰ھ

فضائل رمضان

افادات

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری، ندوی

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگّا ہردوئی روڈ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

رمضان المبارک سے متعلق احادیث نبویہ

ا:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس رمضان کا مبارک مہینہ آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین کو طوق پہنا دیا جاتا ہے (یعنی قید کر دیئے جاتے ہیں) اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو شخص اس رات کی برکت سے محروم رہا بالکل ہی محروم رہا اور نہیں محروم رہتا اس سے مگر ہر بے نصیب۔ (احمد، نسائی وابن ماجہ)

۲:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو سرکش شیاطین اور جنات قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پس ان میں کوئی دروازہ پورے مہینہ تک نہیں کھولا جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب گار آگے بڑھو، اور اے برائی کے چاہنے والے برائی سے رک جا، اور رمضان کی برکت سے اللہ کے لیے بہت سے لوگ دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ پکار ہر رات ہوتی ہے۔ (ترمذی، احمد، ابن ماجہ)

۳:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ مہینہ (رمضان کا) ایسا ہے

کہ اس کا اول حصہ (یعنی پہلا عشرہ) رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ اس کا آگ سے آزادی ہے، اور جس نے اس ماہ میں اپنے باندی اور غلام (نوکر وغیرہ) سے بوجھ ہلکا کیا یعنی ان سے خدمت لینے میں تخفیف کردی اس کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کردیتا ہے، اور جو شخص اس ماہ میں روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض کوثر سے سیراب کرے گا کہ پھر اس کو جنت میں جانے تک پیاس ہی نہ لگے گی (بیہقی)

۴:-حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا، یہاں تک کہ رمضان کی آخری رات ہوجاتی ہے، اور کوئی ایمان دار بندہ ایسا نہیں جو ان راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے (جیسے تراویح وغیرہ) مگر اللہ تعالیٰ ہر سجدہ کے بدلہ ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر سرخ یاقوت سے بناتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے ان میں سے ہر دروازہ کے متعلق ایک سونے کا محل ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا۔ پھر جب رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے سب گذشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں جو پچھلے رمضان سے اس رمضان تک ہوئے ہوں اور ہر روز صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے چھپنے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعاء کرتے ہیں جتنی نمازیں رمضان کے مہینے میں پڑھے گا خواہ دن کو خواہ رات کو ہر سجدہ کے بدلہ ایک درخت ملے گا جس کے سایہ میں سوار پانچ سو برس تک چل سکے گا (بیہقی)[1]

[1] احیاۃ المسلمین ص ۱۶۳

رمضان المبارک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعہ میں خطبہ پڑھا اور فرمایا:

اے لوگو! تمہارے پاس ایک بڑا برکت والا مہینہ آ پہنچا یعنی رمضان المبارک، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جس میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینہ تک عبادت کرنے سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزہ کو فرض کیا ہے اور اس کی شب بیداری یعنی تراویح کو فرض سے کم یعنی سنت کیا جو شخص اس مہینہ میں کسی نیک کام سے جو فرض نہ ہو، خدا تعالی سے قرب حاصل کرے وہ ایسا ہوگا جیسے رمضان کے سوا کسی دوسرے زمانہ میں ایک فرض ادا کرے (یعنی اس مہینہ میں نفل فرض کے برابر ہے) اور جو کوئی اس میں فرض ادا کرے وہ ایسا ہوگا جیسے اس کے سوا کسی دوسرے زمانہ میں ستر فرض ادا کرے (یعنی ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ہے)۔

آگے ارشاد ہے کہ جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار کا روزہ کھلوادے یعنی کچھ افطاری دے دے، یہ اس کے گناہوں کی بخشش کا اور دوزخ سے چھٹکارے کا ذریعہ ہو جائے گا اور اس کو بھی اس روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، اس طرح کہ خود اس کا ثواب بھی نہ کم ہوگا، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں ہر شخص کو تو اتنا میسر نہیں جس سے روزہ دار کا روزہ کھلوا سکے، آپ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانا مقصود نہیں) اللہ تعالی یہ ثواب اس شخص کو بھی دیتا ہے جو کسی کا روزہ ایک چھوارہ پر یا پیاس بھر پانی یا دودھ کی لسی پر افطار کرادے (اس کو بھی یہ ثواب ملے گا)۔[1]

---

[1] ابن خزیمۃ حیوۃ المسلمین ص ۱۶۳

رمضان میں سرکش شیاطین قید کردیئے جانے کی تحقیق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں اِذَا جَاءَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتِ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھلتے اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

تشریح

یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا میں عام طور پر شرارتیں اور بداعمالیاں جو انسانوں سے سرزد ہوتی ہیں وہ ان کی شکم سیری وجسمانی قوت کی وجہ سے ہوتی ہیں سو جب روزہ کی وجہ سے جسمانی قوت میں کمی آجاتی ہے تو گناہوں میں بھی کمی ہوجاتی ہے پس جب انسان محض خداتعالیٰ کے لیے بھوکے اور پیاسے ہوتے اور گناہوں کو ترک کرتے ہیں تو ان کے لیے رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور جنت کے دروازے ان کے لیے کھل جاتے ہیں۔

اور دوزخ کے دروازوں کا بند ہونا بھی ظاہر ہے کہ جب گناہوں کا دروازہ ہی بند ہوگیا جس کی وجہ سے غضب الٰہی کی آگ بھڑکتی ہے تو بے شک دوزخ کے دروازے بھی بند ہوجائیں گے۔

اور ظاہرِ حدیث سے شیاطین کا ظاہری طور پر جکڑا جانا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی معزز شخص کی آمد ہوتی ہے تو مفسدوں کو یعنی دشمنوں، حاسدوں، فسادیوں کو خاص طور پر نظر بند کردیا جاتا ہے پس رمضان میں خاص انوارات وبرکات وتجلیات کی آمد سے بھی ایسا ہی کیا جاتا ہے اور پھر بھی جو گناہ ہوتے ہیں وہ نفس کی وجہ سے ہوتے ہیں نہ کہ شیاطین کی وجہ سے۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ شیاطین کے جکڑے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جب بنی آدم کے رگ وریشہ اور جسم میں توانائی اور شکم سیری ہوتی ہے تو گناہوں کی طرف بھی رغبت ہوتی ہے اور اندر سے شیطانی تحریکات شروع ہوجاتی ہیں مگر جب سارے جسم میں بھوک اور پیاس کا اثر ہوا، اور اللہ کے حکم کی وجہ سے روزہ رکھ کر شہوانی قوتوں کو دبادیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ اس طرح سے شیطان جکڑ جاتا ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنْ بَنِیْ آدَمَ کَمَجْرِی الدَّمِ.[1]

ترجمہ: بیشک شیطان بنی آدم کی رگ وریشہ میں خون کی طرح جاری اور رواں رہتا ہے،

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان کا مقام بنی آدم کے رگ وریشہ میں ہوتا ہے پس جب رگ وریشہ کی قوتوں میں کمی آجائے اور روزہ کی وجہ سے شیطانی تحریکات کا ظہور نہ ہو (یعنی شیطان حرکت نہ کرے) تو بعض علماء کے قول کے مطابق یہی مطلب ہے شیطان کے جکڑے جانے کا، واللہ اعلم [2]

رمضان میں شیاطین کے مقید ہونے کا اثر

میرے نزدیک رمضان میں شیاطین کے مقید ہوجانے کا اثر یہی ہے کہ رمضان کے قبل جو نفسانی خواہشیں طبعاً پیدا ہوتی تھیں، ان کی اعانت شیاطین بھی کیا کرتے تھے اس لیے تقاضا شدید ہوتا تھا کہ ضبط میں زیادہ مشقت ہوتی تھی،

اور رمضان میں گو ایسی خواہشیں پیدا تو ہوتی ہیں کیوں کہ نفس اور طبیعت نہیں قید ہوئے مگر شیاطین چونکہ قید ہوگئے اس لیے ان کی جانب سے اعانت نہیں ہوتی تو تقاضا اس قدر نہ ہوگا اور رکنا اس قدر دشوار نہ ہوگا، چنانچہ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ سے دیکھ لیا جائے کہ بالکل صحیح ہے۔[3]

---

[1] ترمذی و مشکوۃ ص ۲۶۹ [2] المصالح العقلیہ ص ۱۵۴ [3] ص ۱۵۵ اصلاح انقلاب ص ۱۳۵

فصل

رمضان المبارک کی فضیلت

ہر شخص جانتا ہے کہ رمضان المبارک بہت فضائل کا مہینہ ہے، بہت اجر کا مہینہ ہے، بہت عبادت کا مہینہ ہے، بڑی برکت کا مہینہ ہے۔[1]

اس مہینہ میں یہ فضیلت رکھی گئی ہے کہ نفل کا ادا کرنا فرض کے برابر ہے اور فرض کا ادا کرنا ستر فرض کے برابر ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْ غَيْرِهِ الخ .[2]

یعنی جس شخص نے اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کیا کسی نفلی خصلت کے ساتھ تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا۔

یعنی اس ماہ میں نفل کا ایسا ثواب ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے مہینوں میں فرض کا، جس میں ہر نیک کام داخل ہوگیا، (خواہ نماز ہو، نفل صدقہ ہو یا اور کوئی نیک کام ہو)۔[3]

رمضان کے مہینہ میں نافرمانیوں کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے

رمضان کے مہینہ میں گناہوں کا وبال بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے، اس لئے کہ جیسے کسی مکان کے مقدس ہونے سے گناہ کے اندر شدت آجاتی ہے، اسی طرح کسی زمانہ کے مقدس ہونے کا بھی یہی اثر ہے کہ اس کی وجہ سے معصیت زیادہ بڑھ جاتی

[1] ومضان فی رمضان ص۲۵۴ [2] بیہقی، مشکوٰۃ ص ۱۷۳ [3] ندائے رمضان ص۱۰۱ ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ)

ہے جیسے کوئی مسجد کے باہر شراب پیئے تو گناہ ہے لیکن مسجد کے اندر بیٹھ کر پینا اور زیادہ گناہ ہوگا پس رمضان کے مہینہ میں جس طرح نیکیاں بڑھتی ہیں اسی طرح اگر اس میں گناہ کے کام ہوں گے تو وہ بھی سخت ہوں گے، رمضان کا ادب یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں تمام اعضاء کی حفاظت کرو۔[1]

رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی ضرورت

رمضان سے پہلے کا حق یہ ہے کہ رمضان کے چاند کی تحقیق کی جائے اگر چاند نظر آجائے تو اسی دن سے تراویح شروع کردیں اور دوسرے دن سے روزہ رکھیں، اور اگر ۲۹ کو چاند نہ ہو تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کر کے شروع کریں۔

لیکن جو کوئی چاند دیکھے وہ مدرسہ میں (یا رویت ہلال کمیٹی یا جو علاقہ وبستی کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہو اس کو) اطلاع کردے کیوں کہ بہت سے مسائل ایسے باریک ہیں جن کو اہل علم ہی جانتے ہیں لہذا خود اپنی تحقیق پر عمل نہیں کرنا چاہئے، کسی عالم کے فتوے کے مطابق عمل کرنا چاہئے، یہ چاند کے احکام ہیں۔[2]

رمضان شریف میں اللہ تعالیٰ کے منادی کا اعلان

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُنَادِی الْمَلَکُ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَابَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ.

یہ ترمذی شریف کی روایت ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کی فضیلت ارشاد فرمائی ہے کہ ایک فرشتہ پکارتا ہے یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ یعنی اے خیر کے طلب کرنے والے چل متوجہ ہو، اور اے شر کے طلب کرنے والے

[1] الصیام ص ۱۶۴ [2] رمضان فی رمضان ص ۱۵۱ الملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ
[3] احمد، مشکوٰۃ ص ۱۷۳

اب تو باز آ جا، اللہ تعالیٰ بہت سے بندوں کو اس ماہ کی برکت سے آزاد کر دیتے ہیں۔
فرشتہ کہتا ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ کے یہاں عام رہائی ہو رہی ہے، اے شخص تو بھی رہائی (آزادی) کا مستحق ہو جا۔
دیکھو جب کوئی شاہی خوشی ہوتی ہے تو ہر قیدی چھوٹنے کی کوشش کرتا ہے تو اس وقت رمضان المبارک کا مہینہ ہے، خدا تعالیٰ کا فضل عام ہو رہا ہے، قیدی چھوٹ رہے ہیں، تم پر بھی آخرت کی تعزیرات اور بہت سی دفعات لگ چکی ہیں اس لئے تم بھی ان ہی قیدیوں میں ہو پس تم بھی کوشش کرو کہ تمہاری خلاصی ہو جائے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس حدیث میں ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ حدیث میں فرشتہ کے اعلان کا ذکر ہے اور ذکر بھی اس طرح کہ روزمرہ اعلان ہوتا ہے، مگر کوئی اس کو سنتا نہیں (تو پھر اس اعلان سے کیا فائدہ؟ اور) اس اعلان پر عمل کرنے کی کیا صورت ہے.؟
اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے خود سننا قابل عمل ہے اسی طرح دوسرے کا خبر دینا بھی قابل عمل ہے، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی خبر معلوم کر کے عمل کر سکتے ہیں اگر ہمارے حواس اس قابل نہیں کہ فرشتہ کے اعلان کو سن سکیں، یہ تو ہماری کمی ہے اس اعلان اور اعلان کرنے والے پر کوئی شبہ نہیں (جب مخبر صادق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے تو ہمارے یقین اور عمل کے لئے کافی ہے)
اور اس اعلان کو سنائی نہ دینے میں ایک حکمت بھی ہے وہ یہ کہ معلوم ہو جائے کہ اس عالَم کے علاوہ کوئی دوسرا بھی عالم ہے۔
البتہ اس اعلان کا قلب ادراک کرتا ہے چنانچہ تجربہ یہ ہے کہ رمضان المبارک آتے ہی قریب قریب ہر ایک کو یہ شوق ہوتا ہے کہ آؤ نیک کام کر لیں، یہ اسی آواز کا اثر ہے جو قلب نے سنی ہے۔ (ندائے رمضان ص ۱۰۷/۹۷)

رمضان کی برکت

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِرَبِّكُمْ نَفَحَاتٌ فِيْ الدَّهْرِ فَتَعَرَّضُوْا لَهَا.

بے شک تمہارے رب کے لئے زمانہ کے اندر فیوض کے جھونکے ہیں پس تم اس کی جستجو کرو۔

انسان کو چاہئے کہ ایسے زمانہ کو بہت غنیمت سمجھے

جن کی آنکھیں کھلی ہیں وہ رمضان المبارک کے برکات کو کھلی آنکھوں محسوس کرتے ہیں اور جو غافل ہیں ان کو یہ مہینہ اور دوسرے مہینے یکساں معلوم ہوتے ہیں، رمضان آیا اپنی برکات اور انوار کا مہینہ برسایا اور چلا گیا ان کو کچھ خبر بھی نہیں۔

ان لوگوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص مکان کے اندر (سخت گرمی میں) بیٹھا ہے اور باہر یہ حالت ہو کہ ابر آیا اور ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور بارش ہوئی اور لوگ اس سے خوش ہوئے، ابر برس کر چلا گیا اور آسمان صاف ہو گیا اور یہ حضرت مکان کے اندر ہی رہے ان کو کچھ بھی خبر نہیں کہ باہر کیا سے کیا ہو گیا۔

رمضان میں تو یہ برکات اور انوار ہوتے ہی ہیں اور زمانوں میں بھی بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس وقت کوئی طالب ہو تو وہ ان برکات سے کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے پس کسی وقت غفلت نہ کرنا چاہئے، حق تعالیٰ سے ایک پل بھر بھی غافل نہ ہو، ممکن ہے کہ کسی وقت وہ تم پر توجہ فرمائیں اور تم بے خبر ہو، سو غفلت اور بے توجہی میں وہ الطاف و عنایات تمہارے حال پر نہ ہوں گی۔[1]

---

[1] الصیام ص ۱۴۸

رمضان کی فضیلت

ایک اور حدیث شریف میں رمضان کے متعلق ارشاد ہوا ہے: **هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُه' رَحْمَةٌ وَاَوْ سَطُه' مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُه' عِتْقٌ مِّنَ النِّيْرَانُ.** (مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

یعنی رمضان کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ دوزخ سے خلاصی کا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ سراپا رحمت و مغفرت ہے، اس مہینہ میں ہر شخص کو اپنی مغفرت کا سامان کرنا چاہئے، اور مغفرت حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ نیک عمل کرے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مغفرت حاصل کرنا اختیاری امر ہے چنانچہ حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں:

وَسَارِعُوْا اِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ. (آل عمران)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف دوڑو جس کو متقی لوگوں کے واسطے تیار کیا گیا ہے تو جو شخص اس راستہ پر چلے گا اور اس مقرر شدہ قانون پر عمل کرے گا وہ مغفرت حاصل کرلے گا اور جو شخص ایسا نہ کرے گا محروم رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مغفرت کا حاصل کرنا خود ہمارے اختیار میں ہے اگر ہم چاہیں اس کو حاصل کر سکتے ہیں اس طرح کہ متقی بن جائیں۔[1]

حضور اقدس ﷺ کی تین بددعائیں

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ خطبہ پڑھنے کے لئے ممبر پر جارہے تھے جب آپ نے ایک درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین، پھر دوسرے درجہ

[1] احکام العشرۃ الاخیرۃ ص ۳۸۵

پر قدم رکھ کر فرمایا آمین، پھر تیسرے درجہ پر تشریف فرما ہوکر فرمایا آمین، صحابہ کو حیرت ہوئی کہ آپ یہ آمین آمین تین مرتبہ کس بات پر فرمارہے ہیں (صحابہ کرام کے پوچھنے پر) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے جب میں نے ممبر کے پہلے درجہ پر پیر رکھا تو انھوں نے کہا:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرَتَ عِنْدَہُ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ.

یعنی اس شخص کی ناک رگڑ جائے اور وہ ذلیل وخوار ہوجائے جس کے سامنے آپ کا ذکر آئے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔

دوسرے درجہ پر میں نے پیر رکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ رَمَضَانَ وَلَمْ یُغْفَرْلَہٗ.

یعنی وہ شخص بھی ذلیل وخوار ہوجائے جس نے رمضان کو پایا اور سارا رمضان گذر گیا اور اس نے اپنی مغفرت نہ کرائی، میں نے کہا آمین۔

تیسرے درجہ پر پہنچا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ وَالِدَاہُ اَوْاَحَدَھُمَا الْکِبَرُ عِنْدَہُ فَلَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ.

وہ شخص بھی ذلیل ہوجائے جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بوڑھا ہوگیا ہو اور وہ اس کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہوا، میں نے کہا آمین۔

یہ بددعا تو وہ ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے، اور حضور نے اس پر آمین فرمائی، پس یہ معمولی بددعا نہیں اس سے بہت ڈرنا چاہئے، آپ کی دعاء گویا خدا کی دعا ہے اور آپ کی بددعا گویا خدا کی بددعا ہے پھر اس کے قبول ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

صاحبو! حضور ﷺ کی جو بددعا ہے وہ معمولی نہیں وہ لگ کر رہے گی اس لئے سنبھلو

اور رمضان میں مغفرت حاصل کرنے کا سامان کرلو، اور ہمت سے کام لو، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، اگر اس وقت اعمال حسنہ کا اہتمام کر کے ہم نے مغفرت حاصل نہ کی تو ایک سخت بات کا سامنا ہوگا، اور وہ یہ کہ حضور ﷺ کی بددعا لگ جانے کا اندیشہ ہے۔[1]

حضور ﷺ کی بددعا خطرہ سے خالی نہیں

ایک شبہ اور اس کا جواب

اس پر شاید کوئی کہے کہ حضور ﷺ کی بددعاء کی طرف سے ہم کو بے فکری ہے کیوں کہ آپ نے حق تعالی سے دعاء فرمائی ہے کہ جس کو میں بددعاء دوں اس کے حق میں میری بددعا کو قربت اور رحمت بنادیا جائے تو آپ کی بددعا بھی دعا ہو کر لگتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ گو آپ کی بددعا دعا ہو کر لگے مگر اس سے بے فکری نہایت (بے غیرتی اور) بھدا پن ہے کیوں کہ یقیناً بددعا غصہ میں ہوا کرتی ہے تو جس کو آپ نے بددعا دی ہے وہ حضور کے غضب وغصہ کا محل ضرور ہے تو کیا آپ کو یہ گوارا ہے کہ حضور ﷺ آپ سے ناراض ہوں؟ یقیناً کوئی عاشق اپنے محبوب کی ناراضگی اور غصہ کو برداشت نہیں کرسکتا گو اس میں سزا نہ ہو بلکہ عشق ومحبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ کہ سزا گوارا ہوتی مگر محبوب کا غصہ اور ناراض ہونا گوارا نہ ہوتا۔

دوسرے آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ جس حدیث میں آپ نے حق تعالی سے یہ دعا کی ہے کہ میری بددعا کو دعا بنادیا جائے وہ کون سی بددعا کے متعلق ہے؟

وہ اس بددعا کے ساتھ خاص ہے جو بطور بشریت کے (یعنی انسانی غصہ کے تقاضے سے) آپ کی زبان سے نکل جائے ہر بددعاء کے لئے یہ درخواست عام نہیں۔

---

[1] عصم الصنوف ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۱۷۱-۱۷۲

اور اس کا قرینہ خود اس حدیث کے الفاظ میں موجود ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُوْنَ فَاَیَّمَا عَبْدٍ اٰذَیْتُهٗ اَوْ شَتَمْتُهٗ اَوْ لَعَنْتُهٗ فَاجْعَلْھَا لَهٗ زَکٰوةً وَّرَحْمَةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِھَا اِلَیْکَ۔[1]

ترجمہ: اے اللہ بے شک میں انسان ہوں، مجھے بھی غصہ آتا ہے جس بندہ کو میں برا بھلا کہہ دوں یا اس کو بددعا دے دوں اس بددعا کو اس کے حق میں رحمت وقربت بنادے۔

اس حدیث میں اول ہی لفظ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ بے شک میں انسان ہوں موجود ہے جو اس کا قرینہ ہے کہ اس کے بعد جو مضمون ہے وہ کسی ایسے امر کے متعلق ہے جس کا منشاء وسبب بشریت ہے ورنہ یہ لفظ فضول ہوگا، پس جو بددعاء تشریع کی وجہ سے ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں کہ وہ بھی زکوٰۃ ورحمت اور قربت ہو، اور مذکورہ حدیث میں جو بددعا ہے وہ بشریت کی وجہ سے نہیں بلکہ بطور تشریع کے ہے (یعنی بددعا ہی مقصود ہے) کیوں کہ بشریت کے طور پر غصہ وغیرہ کی وجہ سے جو بددعا ہوتی ہے وہ کسی معین شخص یا معین جماعت پر ہوا کرتی ہے جس وقت کہ اس کی طرف سے کوئی ناگوار امر ظاہر ہوا ہو، اور اس حدیث میں عام الفاظ کے ساتھ بددعا ہے۔

نیز جس وقت آپ نے یہ بددعا کی ہے اس وقت کسی کی طرف سے کوئی ناگوار امر پیش نہ آیا تھا یہ بددعا تو وہ ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے اور حضور ﷺ نے اس پر آمین فرمائی اس میں یہ احتمال بالکل نہیں ہوسکتا کہ بشریت کے طور پر آپ نے بددعاء کی ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ آپ نے ایسی بددعاؤں کے متعلق جو بشریت کی وجہ سے غصہ میں بے ارادہ نکل جائیں حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ ان کو لوگوں کے حق میں

[1] مشکوٰۃ شریف

دعا بنادیا جائے لیکن جو بددعا آپ نے تشریعی طور پر قصداً کی ہو، اس کا یہ حکم نہیں چنانچہ اس حدیث میں جو بددعا ہے وہ تشریعی ہے پس یہ معمولی بددعا نہیں اس سے بہت ڈرنا چاہئے۔[1]

تین باتوں پر حضور ﷺ نے اتنی سخت بددعا کیوں فرمائی

ظاہر ہے کہ حضور ﷺ ایسے ہی شخص پر بددعا کر سکتے ہیں جس کا جرم بہت سنگین ہو ظاہر میں حضور ﷺ کا نام سن کر درود پاک نہ پڑھنا، اور رمضان کی رعایت نہ کرنا اور والدین کی خدمت نہ کرنا زنا اور سود، چوری کی طرح تو سنگین گناہ نہیں معلوم ہوتے مگر ان پر (یعنی سود، زنا، چوری وغیرہ گناہوں پر) بھی ایسی بددعا وارد نہیں ہوئی۔

غور کرنے سے اس کی وجہ صرف یہی سمجھ میں آتی ہے کہ ان تینوں شخصوں کا جرم بہت سنگین ہے اس لئے کہ انھوں نے نہایت سہل اور آسان کام میں کوتاہی کی ہے، تو جو شخص اتنے آسان کاموں میں بھی سستی کرتا ہے اس پر حضور کو زیادہ غصہ آتا ہے اور عرف وعادت بھی یہی ہے کہ سہل وآسان کام کے نہ کرنے پر زیادہ غصہ آیا کرتا ہے۔[2]

حضور ﷺ کی سخت ترین بددعا

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ شخص ذلیل وخوار ہوجائے جس نے رمضان کو پایا اور سارا رمضان گذر گیا اور اس نے اپنی مغفرت نہ کرائی۔

اس میں نہایت سخت بددعا ہے کیوں کہ ذلت وہ چیز ہے کہ جہنم کے عذاب سے بھی زیادہ سخت ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ محشر میں جب مخلوق کھڑی کھڑی پریشان ہوجائے گی تو مومن اور کافر سب مل کر انبیاء علیہم السلام کے پاس

[1] عصم الصنوف ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ص ۴۷۱، ص ۴۷۷ [2] عصم الصنوف ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ص ۴۷۸

جائیں گے کہ حق تعالیٰ سے شفاعت کردو کہ ہمارا حساب وکتاب ہوکر جلد فیصلہ ہوجائے حالانکہ کفار کو اپنا عذاب میں جانا اور ہمیشہ دوزخ میں رہنا اس وقت معلوم ہوجائے گا پھر بھی کفار فیصلہ کی کیوں تمنا کریں گے؟ ان کے لئے تو بظاہر میدان حشر ہی غنیمت تھا مگر پھر بھی میدان حشر میں رہنا ان کو جہنم میں رہنے سے بھی زیادہ شاق ہوگا جس کی وجہ یہ ہے کہ میدان حشر میں رسوائی بہت سخت ہوگی اس وقت کفار دوزخ کے عذاب کو اس ذلت ورسوائی پر ترجیح دیں گے۔

جب ثابت ہوگیا کہ ذلت ورسوائی نہایت سخت چیز ہے تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ''رَغِمَ اَنْفُہٗ'' (کہ ذلیل ورسوا ہو) فرمانا بڑی سخت بددعا ہے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بچنے اور مغفرت حاصل کرنے کا آسان طریقہ

رمضان میں مغفرت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرلو چاہے عید کے بعد ہی توبہ ٹوٹ جائے مگر خدا کے لئے اس وقت تو عمر بھر کے لئے توبہ کرلو، ایسا نہ ہو کہ توبہ میں حد لگادو کہ رمضان تک کے لئے توبہ کرتے ہیں، اس سے توبہ باطل ہوجائے گی توبہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ تو ضروری نہیں کہ وہ عمر بھر ٹوٹے ہی نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ توبہ کے وقت عمر بھر کے لئے گناہوں کے چھوڑنے کا ارادہ کرلیا جائے تو اس وقت ارادہ کرلینے میں کیا دشواری ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف کی وعید اور حضور ﷺ کی بددعا سے بچنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ رمضان میں گناہوں سے پختہ توبہ کرلی جائے اور

[1] عصم الصنوف ص ۴۷۸

توبہ کچھ مشکل نہیں بہت آسان ہے، یہ میں نے اس لئے کہہ دیا کہ شاید کوئی حدیث کے ترجمہ سے یہ سمجھا ہو کہ رمضان میں مغفرت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ رات بھر جاگنا پڑے گا یا تین دن میں قرآن ختم کرنا پڑے گا سو خوب سمجھ لو کہ یہ کچھ لازم نہیں یہ تو مستحب ہے لازم صرف یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں سے توبہ کرلو اور رمضان بھر معاصی (تمام قسم کے گناہوں) سے رکو بس اس طرح تم اس حدیث کی وعید سے بچ جاؤ گے۔[1]

توبہ کی اہمیت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندہ کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ اس کا اونٹ راستہ میں گم ہو جائے اور تمام سامان کھانے پینے کا اسی پر ہو اور وہ پریشان ہو کر اس کو ڈھونڈتا ہے اور جب ناامید ہو گیا تو ایک درخت کے نیچے تھک کر اور اپنی جان سے مایوس ہو کر (کہ اب تو مرنا ہی ہے) لیٹ رہا اور اسی حالت میں اس کو نیند آ گئی جب آنکھ کھلی تو دیکھا اونٹ کھڑا ہے اس وقت اس بندہ کو جس قدر خوشی ہو گی اس سے زائد خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو جب بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔[2]

توبہ سے متعلق ضروری ہدایات

ایک مرتبہ سچی توبہ کے بعد بار بار گناہوں کو یاد نہ کرنا چاہئے

شیخ ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ گناہ معاف ہو جانے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ گناہ دل سے مٹ جائے اور جب تک وہ مٹے گا نہیں قلب پر وحشت سوار رہے گی جو اس گناہ کی سزا ہے۔

---

[1] عصم الصنوف ص۴۹۰ [2] التہذیب

اس کی شرح میں مشائخ نے فرمایا ہے کہ گناہ کے بعد جی بھر کے توبہ کرلو پھر اس گناہ کو جان جان کر یاد نہ کرے کیوں کہ اس سے بندہ اور خدا کے درمیان ایک حجاب سا معلوم ہونے لگتا ہے جو محبت اور ترقی سے مانع ہے جیسے دو دوستوں میں کوئی رنجش ہو جائے تو پھر صفائی کے بعد اس کو بار بار یاد نہ کرنا چاہیئے۔

غرض توبہ کے لیے تو گناہ کو یاد کرے مگر توبہ کے بعد پھر اس کو یاد نہ کرے بلکہ دل سے نکال دے، ورنہ اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے ایک شخص کو تحصیلداری کا عہدہ مل جائے اور وہ روز روز اپنے افسر سے یوں کہے کہ آپ مجھے برخاست (یعنی معطل) تو نہیں کریں گے؟ ظاہر ہے کہ اس گفتگو سے افسر کا دل ضرور افسردہ ہوگا اور پہلے تو خود اس کا دل افسردہ ہوا ہوگا جب ہی تو اس کی زبان سے بار بار یہ کلمہ نکلتا ہے پس حق تعالیٰ شانہ تو تاثر (یعنی کسی قسم کا اثر لینے) سے بری ہیں مگر تم تو متاثر ہوگے جب تم بار بار گناہ کو یاد کرنے سے دل کو افسردہ کرلو گے اور محبت میں ترقی نہ کرسکو گے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہاں سے بھی عطاء میں کمی ہوگی کیوں کہ جزاء اور ثمرات عمل پر مرتب ہوتے ہیں خواہ اعضاء کا عمل ہو یا قلب کا عمل ہو خوب سمجھ لو۔[1]

نفس کو گناہوں کی لذت سے باز رکھنے کا نہایت آسان طریقہ

ایک کام کی بات یاد آئی کہ نفس جس لذت اور لطف کا تقاضا کرے اس کے جواب میں اس کو روکو مت بلکہ (ایک مدت تک) چھوڑنے کی مہلت دو اور کہو کہ جنت میں چل کر اس لطف و لذت کو حاصل کریں گے حقیقت میں یہ عجیب بات ہے نفس کو گھوٹنا اور روکنا زیادہ ناگوار ہوتا ہے اور آزادی اور اس کی خواہش کو پورا کرنا یا وعدہ کرلینا آسان ہے چنانچہ اس تدبیر کا میں نے اول خود تجربہ کیا بہت ہی نافع ثابت

[1] اکمال العدۃ ملحقہ برکات رمضان ص ۴۳۹

ہوئی پھر میں نے دوسروں کو بتایا انھوں نے بھی اس کا نافع ہونا ظاہر کیا (اب آپ بھی تجربہ کر کے دیکھئے) ۔[1]

غلط کام چھوڑنے کا طریقہ

برے اعمال چھوڑنے کی عمدہ ترکیب یہی ہے کہ جو کام کرو، یہ خیال کرلو کہ یہ میرا آخری وقت ہے یہ مراقبہ ہر دشواری کو آسان کر دے گا اس مراقبہ کی یہ بھی خاصیت ہوگی کہ موت سے وحشت جاتی رہے گی ۔[2]

ایک ہی ماہ کے لئے متقی بن جاؤ

ایک بات کہتا ہوں اگر چہ میرے منہ سے اچھی نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ ہم کو تو یہی کہنا چاہئے کہ دائمی تقویٰ اختیار کرو لیکن کیا کیا جائے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بہت سی بلاؤں میں مبتلا ہیں (ان کی حالت کو دیکھ کر کہنا پڑ رہا ہے کہ) اگر آپ سے دائمی تقویٰ نہ ہو سکے تو صرف رمضان ہی میں تقویٰ اختیار کرلو، رمضان کے بعد تم کو اختیار ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی گیارہ مہینے تقویٰ نہ اختیار کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ نفس سے ایک ماہ کے لئے صلح کرلو اور ایک ماہ کے لئے تقوی اختیار کرنے پر اس کو راضی کرلو، اور یہ کہو کہ اے نفس ایک ماہ کے لئے متقی بن جاؤ ایک مہینہ کے بعد پھر آزادی ہے اور جب یہ مہینہ گذر جائے تو ایک ماہ کے لئے اور صلح کرلو۔

نفس کی خاصیت بچہ کی سی ہے کہ بچہ بہلانے سے بہل جاتا ہے پس تم بھی نفس سے کہہ دو کہ عید کے دن تک تو متقی ہو جا بعد میں تجھ کو اختیار ہے۔

اگر کوئی کہے کہ عید تک متقی ہونے سے کیا نفع تقویٰ تو جب ہی کار آمد ہے جب کہ مرتے دم تک ہو۔

---

[1] الصوم ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ص ۱۲۹ [2] ندائے رمضان ص ۹۵

صاحبو! اس میں بھی ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ یہ ایک تدبیر ہے دائمی تقویٰ حاصل کرنے کی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نفس جو تقویٰ کی طرف مائل اور معصیت سے نفرت نہیں کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ کہ تقویٰ کی لذت اور معصیت کی کدورت سے واقف نہیں اس کو یہ خبر ہی نہیں کہ تقویٰ کے اندر کیا لذت اور نور ہے اور معصیت کے اندر کیا کدورت اور ظلمت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس چوں کہ ہمیشہ معصیت ہی میں رہا ہے اس لئے تقویٰ کے نور کی اس کو خبر نہیں اور جب نورِ تقویٰ کی خبر نہیں تو معصیت کی ظلمت کا احساس بھی نہیں پس ضرورت اس کی ہے کہ اس کو اس نور اور ظلمت یا یوں کہو کہ اس کو لذت و کدورت سے واقف کرایا جائے جب اس کو تقویٰ کی لذت حاصل ہوگی تو معصیت میں کدورت محسوس ہوگی، پس لامحالہ تقویٰ کی حرص اور معصیت سے نفرت پیدا ہوگی جب پورے رمضان المبارک میں متقی رہو گے تو کچھ تو احساس ہوگا، نفس سے صلح کی جب میعاد ختم ہو جائے گی تو شوال میں نفس تقوی کی لذت وحلاوت اور اس نور کو یاد کرے گا اور اس وقت اس کو دلولہ اور شوق ہوگا، طلب ہوگی، تقویٰ کا نور اپنی طرف کھینچے گا اور گناہوں کی کدورت سے اس کو روکے گا پس اس طرح وہ رفتہ رفتہ متقی بن جائے گا۔

اب سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ رمضان میں متقی بن جانے سے کس طرح دائمی (یعنی ہمیشہ کے لئے) متقی بن جاؤ گے۔

اور آیت **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** کا مطلب بھی یہ ہے کہ چند روز متقی بن جاؤ یہ تم کو دائمی متقی بنا دے گا۔[1]

رمضان بھر تو آپ متقی بن جایئے پھر اس تقوے کا اثر آپ خود دیکھیں گے میرے بیان کی ضرورت نہیں۔

---

[1] الصیام ص ۱۶۸ الصوم ۱۲۶

غرض یہ کہ تدبیر کیجئے اور اپنی اصلاح کی فکر کیجئے ، بے فکری بہت بری شی ہے اس سے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور گناہ کے بڑھنے سے دل بے حس ہو جاتا ہے پھر اچھے برے کی تمیز بھی نہیں رہتی اب بھی اگر اصلاح نہ ہو تو سخت افسوس ہے۔[1]

کامل متقی بننے کا آسان طریقہ

صاحبو! گیارہ مہینے خوب عیش و آرام میں گذارے ہیں اب ایک ہی ماہ کے لیے اپنے نفس سے صلح کرلو، اور نفس سے کہہ دو کہ اے نفس صرف ایک ہی ماہ کے لئے متقی بن جاؤ پھر اختیار ہے۔

بعض بزرگوں کے حال میں لکھا ہے کہ اگر ان کو بیس میل چلنا ہوتا تو نفس سے صلح کرتے تھے کہ اے نفس دو میل ذکر میں مشغول ہو جا پھر تجھ کو اختیار ہے جب دو میل ختم ہو گئے ، دو میل کے لئے پھر صلح کر لی ، اسی طرح تمام منزل ختم کر دی اور اگر شروع ہی سے نفس کو یہ معلوم ہو کہ مجھ کو تمام راستہ ذکر کرنا پڑے گا تو ہرگز اس پر راضی نہ ہوگا۔

اس لئے نفس سے صلح کرلو کہ صرف ایک ماہ کے لئے متقی بن جاؤ ، پھر اختیار ہے اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ ابھی نفس کو تقویٰ پہاڑ نظر آتا ہے اس کے بعد تقویٰ اس قدر مشکل نہ سمجھے گا ار رفتہ رفتہ دائمی تقویٰ بھی میسر ہو جائے گا ، دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک ماہ متقی ہو جانے سے تقویٰ کی ایک حلاوت محسوس ہوگی ، جس کو آپ اس وقت محسوس نہیں کرتے وجہ اس کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اطاعت میں ایک حلاوت ہے جس وقت نفس گناہوں سے رکے گا اس کے روکنے میں ایک خاص قسم کا لطف (اور نور) حاصل ہوگا اس کے برابر کسی شئ میں لطف نہیں ہے اسی واسطے جوانوں کو عبادت میں جو لطف آتا ہے وہ بڑھاپے میں نہیں ہوتا لیکن اگر جوانی گذر گئی تو بڑھاپے ہی کو غنیمت

[1] الصوم ص ۱۲۹

سمجھنا چاہیئے کہ آئندہ آنے والی حالت میں یہ بھی نہ ہو سکے گا جو ابھی ہو سکتا ہے بہر حال عبادت میں لطف ہوتا ہے جب اس طرح تقویٰ کے ساتھ پورا مہینہ گذر جائے گا تو (عید بعد) شوال میں آپ کو (اس تقوی کا اور عبادت کا لطف) یاد آئے گا اور پھر ان کو کرنے کا جی چاہے گا اور ہمت بڑھے گی اس طور سے انشاء اللہ امید ہے کہ ہمیشہ کے لئے تقویٰ حاصل ہو جائے گا۔

رمضان کے بعد گیارہ مہینے کے لئے یہ کیجئے کہ نفس سے صلح کیجئے کہ ہر ماہ میں سے تین دن کے لیے تقویٰ اختیار کرے تو بقاعدہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو شخص ایک نیکی لائے اس کے لئے اس کی دس مثل ہیں، مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ تین تیس کے قائم مقام ہونے کی برکت سے بقیہ ایام میں بھی اللہ تعالی آپ کو تقویٰ کی دولت سے مالا مال کر دیں گے۔[1]

اس طرح یہ شخص انشاء اللہ کامل متقی بن جائے گا اور یہ علاج میں نے بزرگوں کے ملفوظات سے سمجھا ہے۔[2]

کلابی تقویٰ نہیں حقیقی تقویٰ اختیار کرو

لیکن صاحبو! یاد رکھو کلابی تقوی اختیار نہ کرنا کہ کتا جب پیشاب کرتا ہے تو ٹانگ الگ کر لیتا ہے مگر کھانے میں نجاست بھی سامنے آ جائے تو وہ بھی کھا جاتا ہے پس ٹانگ کو تو بچایا اور منہ کو آلودہ کر لیا اسی طرح بعض لوگ وظیفوں کو تقوی سمجھتے ہیں اور حرام سے نہیں بچتے۔

تقویٰ ہر شی کا ہے آنکھ کا تقویٰ یہ ہے کہ بری نگاہ سے کسی عورت یا مرد کو نہ دیکھے زبان کا تقویٰ یہ ہے کہ کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو ستائے نہیں اسی طرح ہاتھ کا تقویٰ یہ ہے کہ کسی پر ظلم نہ کرے شہوت سے چھوئے نہیں، پاؤں کا تقویٰ یہ ہے کہ بری

[1] الصوم ص ۱۲۹ [2] الصوم ص ۱۲۶ ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ

جگہ چل کر نہ جائے، کان کا تقویٰ یہ ہے کہ کسی کی غیبت نہ سنے، راگ باجے سے بچے وضع میں بھی تقویٰ ہے کہ اپنی وضع قطع شرع کے خلاف نہ رکھے (مثلاً ڈاڑھی نہ کاٹے) پیٹ کا تقویٰ یہ ہے کہ حرام مال نہ کھائے۔[1]

تقویٰ کی حقیقت اور اعمال تقویٰ کی مختصر فہرست

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ ٭ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى...اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ٭ (سورہ بقرہ پ ۲)

(ترجمہ) لیکن اصلی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھے اور اسی طرح قیامت کے دن آنے پر بھی اور فرشتوں کے وجود پر بھی اور سب کتبِ سماویہ پر بھی اور سب پیغمبروں پر بھی۔

اور وہ شخص مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں اپنے حاجت مند رشتہ داروں کو اور نادار یتیموں کو یعنی جن بچوں کو ان کا باپ نابالغ چھوڑ کر مر گیا ہو، اور دوسرے غریب محتاجوں کو بھی، اور بے خرچ مسافروں کو اور لاچاری میں سوال کرنے والوں کو اور قیدی اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں بھی مال خرچ کرتا ہو۔ اور وہ شخص نماز کی پابندی بھی رکھتا ہو اور مقرر زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔

اور جو اشخاص کہ ان عقائد واعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ اپنے عہدوں (وعدوں) کو پورا کرنے والے ہوں جب کسی جائز امر کا عہد (وعدہ) کر لیں اور اس صفت کو خصوصیت کے ساتھ کہوں گا کہ وہ لوگ ان مواقع میں مستقل مزاج رہنے والے ہوں ایک تو تنگدستی میں اور دوسرے بیماری میں اور تیسرے قتال کفار (جہاد) میں یعنی پریشان اور کم ہمت نہ ہوں۔ (بے صبری نہ کریں) یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو سچے متقی کہے جاسکتے ہیں۔

---

[1] الصوم ص ۱۲۷-۱۲۶

فائدہ شریعت میں کل احکام کا حاصل تین چیزیں ہیں عقائد، اعمال، اخلاق اور تمام جزئیات انہی کلیات کے تحت داخل ہیں اس آیت میں ان اقسام کے بڑے شعبے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔[1]

رمضان بھر کے لئے ہی رزق حلال کا انتظام کرلو

حرام آمدنی والے کے لئے حلال روزی کی آسان تدبیر

یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ صاحب سب چیزوں کا تقوی تو آسان ہے لیکن حرام آمدنی سے کیسے بچیں اس لئے کہ ہمارا تو سب مال حرام ہے، غلہ ہے وہ حرام آمدنی کا ہے، لباس ہے وہ ناجائز ہے اب اس کو کیسے چھوڑیں یہ سخت مشکل ہے۔

میں اس کا بھی علاج بتلاتا ہوں اگرچہ اس کے ظاہر کرنے کی جرأت تو نہ ہوتی تھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ مسلمان بہت تباہ حالت میں ہیں دین سے بہت دور جا گرے ہیں اس لئے ضرورت کی وجہ سے ظاہر کرتا ہوں فقہاء رحمہم اللہ کو اللہ تعالی جزاء خیر دے ہمارے لئے انھوں نے ایسی سہولتیں نکال دی ہیں کہ اگر ان سہولتوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی حرام میں مبتلا ہو تو وہ بڑا ہی بدبخت ہے۔

وہ یہ کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شی قرض کے روپئے سے خریدی جائے اور وہ قرض حرام آمدنی سے ادا کر دیا جائے تو اس شی میں خبث کا اثر نہیں آتا گو حرام آمدنی کا گناہ ہوگا تو آپ یہ کیجئے کہ رمضان بھر کے لئے تمام اشیاء کھانے پینے کی نقد نہ خریدیئے بلکہ کسی مہاجن سے یا کسی دوسرے مسلمان سے جس کی آمدنی حلال ہو قرض لے کر تمام سامان خرید لیجئے اور پھر وہ قرض جہاں سے چاہے ادا کر دیجئے اس طور سے آپ حرام مال کے اثر سے رمضان بھر کے لئے بچ سکتے ہیں لیجئے سب سے زیادہ

[1] بیان القرآن سورہ بقرہ ص ۹۹ ج ۱

سخت سوال کا بھی علاج ہو گیا، اس صورت میں گو حرام روپیہ سے قرض ادا کرنے کا گناہ ہوگا مگر حرام کھانے سے تو بچ گیا، اس طور سے آپ رمضان میں متقی بن سکتے ہیں۔

(پھر) تقویٰ کا اثر آپ خود دیکھیں گے میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔[1]

گیارہ مہینہ آزادی کی ہے اب ایک مہینہ مجاہدہ کرلو

رمضان کا جو مہینہ ہے اصل میں ترک دنیا (اور مجاہدہ) کے واسطے ہے، گیارہ مہینے خوب عیش وآرام میں گذارے ہیں بندہ خدا ایک مہینہ تو تھوڑی بہت مشقت اٹھالو، گیارہ ماہ تو سب کچھ کام کئے ایک مہینہ خدا کے کام میں رہ لوگے تو کون سا ایسا بڑا حرج ہو جائے گا پھر وہ بھی اس طرح کہ اس میں صحت کی رعایت رکھی گئی ہے غرض یہ مہینہ تو خاص عبادت کے لئے ہے اور اخیر درجہ یہ ہے کہ اگر عبادت نہ ہو سکے تو گناہوں کو چھوڑ دو اتنا تو کرلو۔

اگر ہمت نہ ہو تو بہت سے سیپارے نہ ختم کرو، خوب پڑ پڑ کر سوؤ بس فرض، سنت نمازیں تو اٹھ کر پڑھ لیا کرو، باقی آرام سے مہینہ بھر گذارو، مگر خدا کے واسطے گناہ کوئی نہ کرو اور اگر ہمت ہو تو گناہ کو بھی چھوڑ دو اور طاعات بھی کرو پھر تو سبحان اللہ، نور علی نور ہے اور یہ مہینہ تو اسی قابل ہے کہ اس میں ایسا ہی کیا جائے یعنی واجبات وفضائل سب کو جمع کیا جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رمضان شریف آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر طاعت میں مشغول ہو جاتے تھے جیسے تیز ہوا چھوٹ نکلتی ہے کہ تیز اڑی چلی جاتی ہے۔[2]

---

[1] الصوم ص ۱۲۸ ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ [2] ومضان فی رمضان ملحقہ صوم وصلوٰۃ ص ۳۳۷

رمضان میں تقویٰ اختیار کرنا زیادہ آسان ہے

تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ رمضان شریف کی عبادت کا اثر گیارہ مہینے تک رہتا ہے جو شخص اس میں ایک نیکی بہ تکلف کرلیتا ہے اس کے بعد اس پر آسانی سے قادر ہوجاتا ہے، اور جو شخص کسی گناہ سے اس میں پرہیز کرلے سال بھر تک آسانی سے پرہیز کرسکتا ہے اور اس مہینہ میں معصیت سے پرہیز کرنا کچھ مشکل نہیں کیوں کہ اس ماہ میں شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں پس اب شیاطین قید ہوگئے تو معاصی خود ہی کم ہوجائیں گے۔

اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ معاصی بالکل ختم ہوجائیں کیوں کہ دوسرا محرک یعنی نفس تو باقی ہے اس مہینہ میں وہ معصیت کرائے گا مگر ہاں اثر کم ہوجائے گا کیونکہ ایک محرک رہ گیا ہے اس میں ایک مہینہ کی مشقت گوارا کرلی جائے کوئی مشکل بات نہیں ہر ہر عضو کو گناہ سے بچایا جائے۔

ہمت سے کام لو اور اگر نفس کم ہمتی کرے تو اس سے یوں کہو کہ حکام وقت کے جو احکام ہیں ان کو کس طرح مانتا ہے اس کو بھی حاکم حقیقی کا حکم سمجھ کر مانو، دل کو مضبوط کرو اور پختہ ارادہ کرلو کہ کوئی کام خلاف شرع نہ کریں گے۔[1]

رمضان میں تہجد کی پابندی اور تہجد کے فوائد

رمضان میں تہجد کی پابندی کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کیوں کہ سحری کھانے کے لئے اکثر لوگ اٹھتے ہی ہیں تو کھانے سے پہلے نماز کی چند رکعتیں پڑھ لینے میں کیا دشواری ہے اس لئے جو شخص تہجد کا عادی بننا چاہے اس کو رمضان میں عادی بننا

[1] تطہیر رمضان برکات رمضان ص ۱۹-۲۲

بہت آسان ہے کیوں کہ اس میں تہجد کے لئے اٹھنا مشکل نہیں سحری کھانے سب ہی اٹھتے ہیں پھر انشاءاللہ سال بھر کے لئے عادت پڑ جائے گی۔

تہجد کی پابندی سے دینی فوائد کے علاوہ دنیوی فوائد بھی ہیں چنانچہ نیند کم ہونے سے فاضل رطوبات کم ہوتی ہیں جو صحت وتندرستی کے لئے معین ہیں نیز اس سے چہرہ میں نور پیدا ہوتا ہے چنانچہ ایک محدث کا قول ہے **مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ فِيْ اللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ فِي النَّهَارِ** کہ جو شخص رات کو نماز زیادہ پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ خوبصورت ہو جائے گا بعض لوگوں نے اس کو حدیث مرفوع بتلایا ہے مگر یہ صحیح نہیں ان لوگوں کو مغالطہ ہوا بلکہ یہ ایک محدث کا قول ہے[1]

تہجد کی آسانی

تہجد میں اس کی بھی کوئی پابندی نہیں کہ دو بجے اٹھو تین بجے اٹھو، بس صبح سے پہلے اٹھنا چاہئے، صبح سے پہلے پہلے اٹھ جائیں اور جتنا ہوسکے نماز میں قرآن پڑھ لیا کریں، چاہے دو ہی رکعت پڑھ لیا کریں، اس سے بھی انشاءاللہ کامل ثواب مل جائے گا۔

اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ وتر کے بعد دو رکعت پڑھ لیا کریں، اس کے متعلق آیا ہے **كَفَتَاهُ**، جس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے بھی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے، سبحان اللہ، حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ رعایت فرماتے ہی جاتے ہیں، کہ زیادہ نہ ہوسکے تو اخیر شب میں دو رکعت ہی پڑھ لیا کرو، یا رات کو دو تین بار سبحان اللہ ہی کہہ لو[2]۔

---

[1] تقلیل المنام ص ۶۴ [2] تقلیل المنام بصورۃ القیام ص ۷۱ ملحقہ برکات رمضان

تہجد میں نہ اٹھ سکو تو لیٹے لیٹے سبحان اللہ ہی کہہ لیا کرو

حق تعالیٰ نیک بندوں کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"کَانُوْا قَلِیْلاً مِنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ وَبِالأَسْحَارِھِمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ."

کہ وہ رات میں کم سویا کرتے تھے اور پچھلی رات میں استغفار کیا کرتے تھے، دوسری جگہ ارشاد ہے:

"تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَّطَمَعاً"

کہ ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو خوف وامید کے ساتھ پکارتے ہیں۔

یہاں مفسرین کا قول ہے کہ یَدْعُوْنَ سے مراد یُصَلُّوْنَ ہے، مطلب یہ ہے کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں مگر طرز کلام سے عموم ظاہر ہو رہا ہے، لہٰذا مطلق دعاء اور ذکر بھی مراد ہو سکتی ہے، اس لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو تہجد کی توفیق نہ ہو سکے تو وہ رات کو کسی وقت جاگ کر تین بار سبحان اللہ کہہ کر سو رہے وہ بھی یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ میں داخل ہو جائے گا، بس دو تین بجے جب آنکھ کھل جائے، سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لیا کرے، یہ تسبیح بھی کام آ جائے گی، حق تعالیٰ کے یہاں بڑی رحمت ہے[1]۔

---

[1] تقلیل المنام بصورۃ القیام ص ۶۹

فصل

بوڑھے ماں باپ کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرنے والے کے لئے ہلاکت و بربادی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے لئے بد دعاء فرمائی ہے ان میں ایک وہ شخص ہے جو اپنی زندگی میں بوڑھے ماں باپ کو پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرلے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے کی قید اس لئے بڑھائی کہ اگر ماں باپ خود جوان ہیں تو اول تو وہ خدمت کے محتاج ہی نہ ہوں گے جیسے اس کے ہاتھ پیر چلتے ہیں، ان کے بھی ہاتھ پیر چلتے ہیں، دوسرے ان کی خدمت سے دل بھی نہیں گھبراتا، اس لئے اگر ان کی کچھ خدمت بھی کر دی تو کوئی بات نہیں، بخلاف بوڑھے ماں باپ کے کہ وہ اس کے محتاج ہوتے ہیں، اور چونکہ اس وقت اکثر قویٰ (اعضاء) بالکل کمزور ہو جاتے ہیں، خود کچھ بھی نہیں کر سکتے اور اکثر کام مرضی کے موافق نہیں ہوتے تو تنگ مزاج بہت ہو جاتے ہیں اس لئے ایسے ماں باپ کی خدمت کرنا ان کی معذوری کی وجہ سے بہت ضروری ہے اور ان کی تنگ مزاجی سے تنگ ہو جانا اور ان کی نافرمانی کرنا گناہ کبیرہ ہے مگر اکثر لوگ تنگ ہونے لگتے ہیں، جس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچپن کے زمانہ اور اپنی بے چارگی ومحتاجی والی زندگی بھول جاتے ہیں کہ اس وقت والدین نے کیسے کیسے ناز اٹھائے ہیں اگر وہ یاد رہیں تو بڑا نفع ہو۔

[1] احکام العشرۃ الاخیرہ ص۳۸۴ص۳۸۳

ایک بنئے کی حکایت

ایک بنئے کی حکایت مشہور ہے کہ اس نے اپنے بڑھاپے میں ایک مرتبہ اپنے ایک لڑکے سے دریافت کیا کہ بھائی یہ دیوار پر کیا چیز ہے بیٹھی ہے؟ صاحب زادہ صاحب اول تو اس سوال پر دل میں بہت خفا ہوئے کہ اس لغو سوال کی آپ کو ضرورت ہی کیا تھی، مگر خیر تہذیب سے کام لے کر بتلا دیا کہ ابا جان یہ کوا ہے، بنئے نے پھر پوچھا کہ بھائی یہ دیوار پر کیا چیز ہے، صاحب زادہ صاحب نے کہا کہ ابھی تو بتلا دیا تھا کہ کوا ہے، تیسری بار اس نے پھر پوچھا تو صاحب زادہ نے بگڑ کر جواب دیا کہ تمہارا تو دماغ پاگل ہو گیا ہے، چپکے پڑے رہو، اس پر بنئے نے اپنا کھاتا منگوایا اور کھول کر دکھلایا کہ صاحب زادہ دیکھو، تم نے ایک سو مرتبہ مجھ سے اپنے بچپن میں یہی سوال کیا تھا اور میں نے ہر مرتبہ محبت سے جواب دیا تھا، تم دو ہی بار میں گھبرا گئے، لیکن شاید کوئی شخص یہ کہے کہ صاحبو بوڑھوں کی تنگ مزاجی سے ناگواری تو طبعی بات ہے اگر اس پر بھی باز پرس ہے تو بڑی مشکل بات ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ طبعی امور پر خدا تعالیٰ نے کہیں باز پرس نہیں فرمائی، باز پرس اختیاری امور میں ہے، کلام مجید میں خود اس شبہ کا ازالہ فرمایا ہے، پارہ سبحان الذی میں والدین کے حقوق کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"رَبکُم اعۡلَم بِمَا فِی نُفُوۡسِکُم" الآیة.

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین کی ہر وقت کی تنگ مزاجیوں سے جو گھبراہٹ تمہارے دلوں میں پیدا ہوگئی ہے، یہ تو طبعی بات ہے، اگر کوئی خشک کلمہ منہ سے نکل جائے تو اس میں تم معذور ہو، لیکن خدا تعالیٰ دل کی نیت کو جانتا ہے، اگر دل میں ان کی اطاعت ہے اور غالب تم میں صلاح ہو تو ایسی بے اعتنائی کو معذرت کرنے سے بخش دیتا ہے[1]۔

---

[1] احکام العشرۃ الاخیرہ ص ۳۸۴ ص ۳۸۳

بوڑھے ماں باپ کی خدمت کی اہمیت

والدین کی خدمت اس لئے آسان ہے کہ اس میں خود ہمارے جذبات کی رعایت ہے کیوں کہ جس شخص کو ماں باپ ہونا معلوم ہوگا اس کا دل خود تقاضا کرے گا کہ ان کی خدمت کرے، ان کے احسان کا بدلہ دے، اور ان کی تکلیف سے اس کا دل خود ہی کڑھے گا اور اندر سے طبیعت میں تقاضا پیدا ہوگا کہ ان کو آرام دیا جائے، خصوصاً بڑھاپے میں جب کہ وہ کمزور ہوجاتے ہیں، اس وقت ان کی عاجزی و بے کسی پر زیادہ ترس آئے گا۔

اس وقت گو ویسی محبت نہ رہے، جیسی جوانی کے عالم میں تھی کیونکہ جوانی کے عالم میں والدین کے کمالات سامنے تھے، ان کی گفتگو عاقلانہ تھی وہ اولاد پر خرچ بھی کرتے تھے، ان کے نفع ونقصان کا لحاظ کرتے تھے، اور ان باتوں سے اولاد کے دل میں ان کی محبت بڑھتی تھی، بڑھاپے میں بعض دفعہ والدین کے ہوش وحواس درست نہیں رہتے، الٹی پلٹی باتیں کرنے لگتے ہیں، کمانا یا اولاد پر روپیہ لگانا بھی ختم ہوجاتا ہے، اس وقت بعض لڑکوں کو والدین سے محبت نہیں رہتی مگر ان کے حال پر رحم اور ترس تو ضرور آتا ہے، اس رحم کا بھی تقاضہ یہ ہے کہ اس وقت ان کی خدمت کی جائے۔

دوسرے والدین کی خدمت اس لئے بھی آسان ہے کہ ان کی خدمت کرنے میں طاقت سے زیادہ تو کوئی کام ہی نہیں، نہ تمام مال مانگا جاتا ہے، بلکہ حکم یہ ہے اِبـــدَأ بِـنَفْسَـکَ کہ پہلے اپنے اوپر مال کو خرچ کرو، وأبـدأ بِـمَـن تَـعُوْلُ، پھر جس کا نفقہ تمہارے ذمہ واجب ہے، ان پر خرچ کرو یعنی بیوی بچوں پر، پھر والدین اور دیگر محارم کا نفقہ ہے کہ اپنے اہل وعیال سے جو مال فاضل ہو اس کو والدین وغیرہ پر خرچ کرو، پھر بوڑھوں کی فرمائش ہی کیا ہوتی ہے ایک غریب دم ہے، تھوڑی سی امداد میں ان کا جی خوش

ہو جاتا ہے، بوڑھا آدمی نہ کچھ زیادہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، ایک دو روٹی میں اس کا پیٹ بھر جاتا ہے، تو اس کی خدمت کچھ بھی مشکل نہیں، کھانے پینے کا زمانہ تو جوانی کا تھا، بڑھاپے میں کچھ لطف بھی نہیں رہتا، نہ پینے کو جی چاہے، نہ کھانے کو، کسی کام کو جی نہیں چاہتا، بس یوں جی چاہتا ہے کہ ہر وقت پلنگ پر لیٹے رہو، تو بتلایئے ایسے شخص کی خدمت کیا دشوار ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو چکا ہو[1]۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے ہلاکت و بربادی

تیسرا شخص جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعاء فرمائی ہے جس کے سامنے آپ کا ذکر آئے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیا مشکل ہے، پھر فقہاء نے اس میں اتنی سہولت کر دی کہ ایک مجلس میں ایک ہی بار درود پڑھنا فرض ہے، اس کے بعد پچاس دفعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک (اس مجلس میں) زبان پر آئے یا کان میں پڑے تو بار بار درود پڑھنا فرض نہیں، البتہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر بار صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھنا طبیعت کے تقاضے کے بالکل موافق ہے، اگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محسن ہونا ہی معلوم نہ ہو وہ اگر درود پڑھنے کو طبیعت کے موافق نہ سمجھے تو نہ سمجھے مگر اس کا علم ہونے کے بعد کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محسن ہیں اور سب سے بڑے محسن ہیں، تو خود بخود تقاضا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا بدلہ کریں جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ آپ کو دعاء ہی دیں، مگر خود

---

[1] عصم الصنوف ص ۴۷۹/۴۷۸:

دعا کیسے دیں ہم کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کا کما حقہ علم ہی نہیں اس حالت میں خود تصنیف کر کے دعا کرنے میں سخت بے ادبی کا اندیشہ تھا۔

آپ بتلایئے کہ اندر سے دل تقاضا کر رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا بدلہ کریں اور آپ کو دعا دیں مگر بے ادبی کے اندیشہ کی وجہ سے دعا نہیں دے سکتے، ایسے وقت جو آیت صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً، نازل ہوئی، (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود پڑھنے کو بتلایا گیا ہے)۔

مشتاقین کا دل کیسا ٹھنڈا ہوا ہوگا کہ الحمدللہ ہم کو اپنے محسن کے احسان کا بدلہ ادا کرنے کا طریقہ معلوم ہوگیا، تو یہ حکم واقعی کس قدر سہل اور بالکل طبیعت کے موافق ہے۔

پھر عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ درود شریف پڑھنے پر ثواب نہ ملتا کیوں کہ اس کو تو خود تمہاری طبیعت چاہ رہی تھی، کہ درود پڑھ کر تم نے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا، اپنی طبیعت کا تقاضا پورا کیا تو پھر ثواب کس چیز کا مانگتے ہو؟ مگر یہ شریعت کی رحمت در رحمت ہے کہ اس پر بھی ثواب کا وعدہ ہے تا کہ ثواب سن کر اور زیادہ سہولت ہو جائے چنانچہ درود شریف پڑھنے پر ثواب بھی ملتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے حق تعالیٰ اس پر دس بار صلوۃ وسلام (یعنی رحمت) بھیجتے ہیں، اور دس نیکیاں اس کو ملتی ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ دس گناہ معاف ہوتے ہیں[1]۔

درود شریف میں کوتاہی کی تلافی کا طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا حق العبد بھی ہے، اور حق اللہ بھی، حق اللہ تو اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے اس کا حکم دیا، اور درود کا حق العبد ہونا فقہاء نے سمجھا ہے اور

[1] عصم الصنوف ص ۴۸۱/۴۸۲:

اس پر تفریع کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوتاہی کرنے کا گناہ صرف توبہ سے معاف نہ ہوگا کیوں کہ یہ حق العبد بھی ہے بلکہ اس کی تلافی توبہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے سے ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ کوتاہی ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے بھی توبہ کرے، اور آئندہ درود شریف کی خوب کثرت کرے یہاں تک کہ دل گواہی دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے ہوں گے[1]۔

درود شریف کبھی رد نہیں ہوتا

فقہاء فرماتے ہیں کہ درود شریف ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی، (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے) کیوں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درخواست ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے جو درخواست کی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم بادشاہ کے شہزادہ کے متعلق ایسی بات کی سفارش کریں جو بادشاہ اس کے لئے خود ہی کرنے والا ہے، تو ظاہر ہے کہ ایسی سفارش کیوں رد ہوگی، درود شریف میں بھی حق تعالیٰ سے ایسی ہی سفارش کرتے ہیں کیوں کہ درود شریف کا حاصل یہی تو ہے کہ یا اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمایئے اور یہ کام تو حق تعالیٰ ہمارے کئے بغیر خود ہی کر رہے ہیں، چنانچہ نص میں ہے، "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں" پھر ہمارے کہنے کو وہ کیوں رد کریں گے، اس لئے درود شریف کا قبول ہونا یقینی ہے وہ رد نہیں ہوتا اور درود شریف کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے[2]۔

---

[1] عصم الصنوف ص ۴۸۸ [2] عصم الصنوف ص ۴۸۸

بددعا کا اثر

شاید کوئی یہ کہے کہ یہ بددعا تو ہم کو نہیں لگی کیوں کہ ہماری تو ناک نہیں رگڑی گئی، (ہم تو ذلیل وخوار نہیں ہوئے) ہم تو ویسے ہی چکنے چپڑے صحیح وسالم موجود ہیں، تو سمجھ لو کہ (اصلی ذلت ورسوائی ہلاکت وبربادی تو آخرت میں ظاہر ہوگی اور) یہ بددعاء جان کو لگ کر رہتی ہے، مگر چپکے چپکے لگتی ہے، جس کی خبر ہر شخص کو نہیں ہوتی، جاننے والوں کو ہوتی ہے، کیوں کہ اس بددعا کا اثر ایمان پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے دل سیاہ اور پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے، (یہ بددعاء ہی کا اثر ہے) جس نے روح کو سیاہ اور صورت کو بدرونق کر دیا ہے، جس کو دیکھتے ہی عارف صاحب کشف معلوم کر لیتا ہے کہ اس صورت پر پھٹکار برس رہی ہے، (اور آخرت میں ذلت ورسوائی بری طرح ہوگی، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے) [1]

[1] العشر، اصلاح المسلمین ص ۱۴۹

باب۲

چند ضروری اصلاحات

رمضان کے انتظار میں ستر گنا ثواب کی لالچ میں نیک کام میں تاخیر کرنا زبردست غلطی ہے

حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو رمضان میں نفل کام کرے تو اس کو اور دنوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا، اور جو رمضان میں فرض ادا کرے اس کو اور دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔

اس حدیث سے بعض لوگوں نے کیسا الٹا مطلب سمجھا ہے کہ بعض لوگ رمضان سے پہلے بعض نیک کاموں کو روکے رکھتے ہیں، مثلاً کسی کی زکوۃ کا سال شعبان میں پورا ہو گیا، اور اب وہ زکوۃ ادا نہیں کرتا، رمضان کے انتظار میں روکے رکھتا ہے، چاہے رمضان میں اس کو توفیق ہی نہ ہو، یا روپیہ چوری ہو جائے یا رمضان کے انتظار میں محتاج غریب آدمی کا فلیتہ ہو جائے (دیوالیہ نکل جائے)۔

یاد رکھو! شارع کا اس ترغیب سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رمضان کے انتظار میں نیک کاموں کو روکا جائے بلکہ شارع کا مقصود یہ ہے کہ رمضان سے تاخیر نہ کی جائے اگر رمضان تک کسی کو توفیق نہ ہوئی ہو تو رمضان میں ہرگز دیر نہ کرے، جو کرنا ہو کر ڈالے،

رمضان سے پہلے عمل کرنے سے روکنا مقصود نہیں دونوں میں بڑا فرق ہے۔
مگر کم فہمی نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ لوگ رمضان میں خرچ کرنے کے فضائل اور ثواب سن کر اس کے انتظار میں طاعات کو روکنے لگے۔
(اگر کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت کے لیے یا مدرسہ و مسجد کے لئے شعبان میں چندہ کرنے لگے تو اس کو اس وجہ سے دینے سے رکتے ہیں کہ ثواب کم ملے گا، حالانکہ یہ غلطی ہے) خوب سمجھ لو کہ تعجیل بالخیر یعنی نیک کام جلدی کرنے میں خود بہت بڑا ثواب ہے اور وہ اتنا بڑا ثواب ہے کہ رمضان سے پہلے جو تم خرچ کرو گے اس میں اگرچہ باعتبار کمیت کے (یعنی شمار کرنے کے اعتبار سے) رمضان میں خرچ کرنے سے ثواب کم ہو مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کیفیت میں اور اللہ کا قرب ہونے میں وہ تعجیل (یعنی جلدی خرچ کرنا) بہتر ہے، اور اس درجہ میں اس کا ثواب رمضان کے ثواب سے بڑھ جائے گا، آخر مجھے کوئی تو اطمینان ہے جو میں شرح صدر کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرر ہا ہوں، پس قسم سے زیادہ اطمینان دلانے کا ذریعہ میرے پاس کوئی نہیں، تمہیں کیا خبر ہے کہ شعبان میں اگر تم کسی غریب کو زکوۃ دیتے تو اس وقت اس کے دل سے کیسی دعا نکلتی، جس کے سامنے ستر رمضان بھی ہیچ ہیں، یہی بات تو لوگوں کو معلوم نہیں۔

یاد رکھو! جب زکوۃ کا سال پورا ہو جائے اس کے بعد تاخیر کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس تاخیر سے گناہ ہوتا ہے یا نہیں، بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ زکوۃ فوراً ادا کرنا واجب ہے، ان کے نزدیک تاخیر سے گناہ ہوتا ہے، اور بعض کے نزدیک فوراً ادا کرنا واجب نہیں، ان کے نزدیک گناہ نہیں ہوتا، پس احتیاط اسی میں ہے کہ زکوۃ واجب ہونے کے بعد دیر نہ کی جائے، تاکہ سب کے نزدیک گناہ سے محفوظ رہے، پھر اگر رمضان کے انتظار میں صدقات کا روکنا ثواب کا موجب ہوتا تو شریعت

نے کہیں تو یہ کہا ہوتا کہ رمضان سے اتنے دن پہلے صدقات کو روک لو، جب شریعت نے کہیں یہ نہیں کہا تو ہمارا ایسا کرنا دین میں زیادتی اور بدعت ہے، کہ جس کام کے لئے شریعت نے ثواب بیان نہیں کیا، تم اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہو، یہ شرعی حکم کا مقابلہ ہے، مگر چونکہ اب تک معلوم نہ تھا اس لئے امید ہے کہ گنہگار نہ ہوں گے، ہاں اب جو لوگ ایسا کریں گے وہ گنہگار رہوں گے[1]۔

رمضان المبارک میں اہتمام سے ایصال ثواب کرنا اور غریبوں محتاجوں کو کھانا کھلانا

سوال ۱۱۷:۔ رمضان المبارک میں ہمیشہ ثواب کے کئی گنا ہونے کی غرض سے اگر ایصال ثواب کے لئے کھانا وغیرہ دیا جائے تو تعینات میں تو داخل نہ ہوگا؟ اور یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ چونکہ اس تعیین کا منشاء اعتقاد وتضاعف ثواب ہے (یعنی ثواب کی زیادتی مقصود ہے) اور یہ زیادتی خود روایات میں منصوص ہے اس لئے یہ اس تعیین کے مشابہ نہیں ہے جس کا منشاء محض رسم اور رائے ہے۔

پس یہ عمل بلا کراہت جائز ہے، اور مطلوب ہے[2]۔ واللہ اعلم

(عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم .....ای الصدقہ افضل؟قال الصدقة فی رمضان)[3]

---

[1] تقلیل المنام بصورۃ القیام ملحقہ برکات رمضان ص ۶۸ [2] امداد الفتاوی ص ۵۷۷ ج ۱

[3] ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۴۴

رمضان اور روزہ کے متعلق ہر سال وہی مضامین کیوں بیان کئے جاتے ہیں

ممکن ہے بہت سے لوگوں کا خیال ہو کہ روزہ کے متعلق تو بہت مضامین سن چکے ہیں (اور ہر سال سنتے ہیں) پھر بار بار ان مضامین کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

صاحبو! آپ بھی تو ایک فعل کو بار بار کرتے ہیں رات کو کھانا کھا چکتے ہیں پھر صبح کو کھاتے ہیں، صبح کو کھا چکتے ہیں، پھر شام کو کھاتے ہیں، یہ کیا بات ہے کہ واعظ کے متعلق تو یہ خیال پیدا ہوا، اور اپنے روزمرہ کے اعمال پر یہ خیال نہ ہوا، اگر یہ کہو کہ کھانے کی ضرورت ہے تو جو ضرورت وہاں ہے وہی یہاں بھی ہے، مگر بات یہ ہے کہ روٹی کو تو غذا سمجھتے ہو، اور اسے نہیں سمجھتے حالانکہ جس طرح جسم کی غذا ہے، روح کی بھی غذا ہے، جس طرح جسم کو ہر وقت نئی غذا کی ضرورت ہے، اسی طرح روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے، اب آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ وعظ کے بار بار کہنے کی بھی وہی ضرورت ہے جس طرح غذا کی ضرورت ہے اور وعظ کا بھی وہی مقصد ہے جو غذا کا، فرق صرف اتنا ہے کہ غذا بدن کا جزء بنتی ہے اور وعظ روح کا جزء بنتا ہے، اب اگر وعظ کا اعادہ ہو تو ضرورت اور فائدہ سے خالی نہیں۔

یہیں سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں مضامین کا تکرار کیوں کیا (یعنی ایک مضمون کو کئی جگہ کیوں بیان فرمایا)۔ (روح الصیام ۱۲۵)

مضامین کا تکرار فائدہ سے خالی نہیں

یہ اعتراض بالکل فضول ہے کہ جب ایک مرتبہ یہ مضمون بیان ہو چکا تھا تو پھر دوبارہ کیوں ہوا، کیوں کہ یہ موٹی سی بات ہے، کہ اکثر ایک مرتبہ کہنے کا اثر نہیں ہوتا تو

دوبارہ کہنے کا اثر ہوجاتا ہے، دیکھو حکیم سے نسخہ لکھوا کرلاتے ہو، ایک ہی مرتبہ کے استعمال سے فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ تین دن پی کر دیکھتے ہو، اور اگر ایک مرتبہ پینے کے بعد فائدہ محسوس نہ ہوا، اور کوئی یہ رائے دے کہ اس نسخہ سے فائدہ نہیں ہوا، اسے چھوڑ دو تو تم خود یہ جواب دو گے کہ ایک مرتبہ کے استعمال سے فائدہ نہیں ہوا کرتا، کم از کم تین دن تو پینا چاہئے جب جسمانی نسخہ کی نظیر موجود ہے، تو پھر روحانی نسخہ کو اسی پر کیوں نہیں قیاس کرتے۔

کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب پہلی نصیحت سے فائدہ نہ ہوا تو وہ بے کار ہوگئی سو پہلی نصیحت بے کار نہیں گئی، اس سے نفع ہوا، اور نفع یہ ہوا کہ آئندہ کے لئے نفع کی استعداد پیدا کردی، دوسری نصیحت نے اس استعداد کو اور قوی کردیا، تیسری مرتبہ کی نصیحت نے اس استعداد کو ظاہر کردیا۔

جس طرح دوا میں کہ پہلی دوسری خوراک سے بھی نفع ہوا تھا مگر وہ محسوس اور ظاہر نہ تھا، تیسری خوراک سے ظاہر ہوگیا، تو نفع مجموعہ پر مرتب ہوا۔

جس طرح پانی کا ایک قطرہ نل سے پتھر کی سل پر ٹپکتا رہے تو سال بھر میں مثلاً اس میں گڑھا ہوجائے تو کوئی عقل مند یہ نہ کہے گا کہ گڑھا آخری قطرہ سے ہوا ہے، بلکہ یہ گڑھا مجموعہ قطرات کا اثر ہے، جس طرح آخری قطرہ مؤثر ہے پہلا دوسرا قطرہ بھی مؤثر تھا ہاں ان کا اثر ظاہر نہ تھا اب آخری قطرہ کے ساتھ مجموعہ کا اثر ظاہر ہوگیا۔

میرا مقصود ان تمام مثالوں سے اس کی تائید کرنا ہے کہ مجموعہ کا ہر جزء (حصہ) مؤثر ہوتا ہے، اب اگر اس مرتبہ کے وعظ میں نفع ہوا تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے پہلے کے وعظ بے کار ہوگئے بلکہ ان سے بھی نفع ہوا کہ انہوں نے رفتہ رفتہ نفع کی استعداد پیدا کردی، مگر یہ نفع ظاہر نہ ہوا تھا، اخیر میں آکر ظاہر ہوگیا[1]۔

---

[1] روح الصیام

رمضان شریف کی مخصوص عبادتیں

رمضان کا پورا مہینہ انوار کا مہینہ ہے روزہ کے علاوہ اور چند عبادتیں اس مہینہ میں مشروع ہیں ان میں سے ہر عبادت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہینہ انوار کا مہینہ ہے۔

اس وقت پانچ عبادتیں ذہن میں حاضر ہیں:

۱- ایک عبادت تو اس کے اندر روزہ کی ہے۔

۲- ایک عبادت اس کے اندر تراویح کی ہے۔

۳- ایک عبادت احیاء لیالیٔ قدر (یعنی شب قدر میں جاگ کر عبادت کرنے کی ہے۔)

۴- ایک عبادت اس مہینہ میں اعتکاف کی ہے۔

۵- اور ایک عبادت قرآن مجید کی کثرت تلاوت کی ہے[۱]۔

رمضان المبارک کی اصل عبادت تو روزہ اور تراویح ہے (جو سب کے لئے ہے) اور کثرت تلاوت اور اعتکاف، شب بیداری اس کے متعلقات ہیں، اور ان سب کی اصل احکام واجبہ کا پابندی اور منکر و ناجائز امور سے پرہیز ہے[۲]۔

(فائدہ: اب ہر عبادت کے متعلق تفصیل سنئے! اس رسالہ میں صرف روزے اور اس کے متعلقات کا بیان ہے، تراویح اور اعتکاف نیز حقوق القرآن سے متعلق مضامین علٰحدہ علٰحدہ رسالہ میں مرتب کر دئے گئے ہیں، لیلۃ القدر اور خطبۃ الوداع اور عیدین و رویت ہلال کے احکام رسالہ ''احکام اعتکاف'' میں شامل ہیں۔

مرتب

۱؎ ومضان فی رمضان ص ۳۰۱ ۲؎ ومضان فی رمضان ص ۳۳۶:

باب ۳

فضائل روزہ
عقل و نقل کی روشنی میں

روزہ کی فرضیت

نماز و روزہ کی طرح روزہ بھی اسلام کا ایک رکن یعنی بڑی عظیم شان کا ایک لازمی حکم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ:

یعنی اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا۔ (بقرہ آیت ۱۸۳)

روزہ کے بغیر نجات نہیں

(۱) عمار بن حزم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان لانے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اسلام پر (بنیادی طور پر) چار چیزیں فرض کی ہیں پس جو شخص ان میں سے تین کو ادا کرے تو وہ اس کو پورا کام نہ دیں گی جب تک کہ سب کو ادا نہ کرے نماز، زکوۃ اور رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔ (احمد)

فــائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز زکوۃ، حج سب کرتا ہو مگر روزہ نہ رکھتا ہو تو اس کی نجات کے لئے کافی نہیں۔

روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت یا خوف ہو

روزہ میں ایک خاص بات ایسی ہے جو کسی عبادت میں نہیں وہ یہ ہے کہ روزہ ہونے یا نہ ہونے کی اللہ کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہوسکتی، اس لئے روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالی کی محبت یا اللہ کی تعالی کا ڈر ہوگا، اور اگر فی الحال اس میں کچھ کمی بھی ہوگی تو تجربہ سے ثابت ہے کہ محبت وعظمت کے کام کرنے سے محبت وعظمت پیدا ہوتی ہے، اس لئے روزہ رکھنے سے یہ کمی پوری ہوجائے گی، اور ظاہر ہے کہ جس کے دل میں خدا تعالی کا خوف اور محبت ہوگی وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا تو روزہ رکھنے میں دین کی مضبوطی کی خاصیت ثابت ہوگی۔

روزہ کا اجروثواب اور روزہ دار کے لئے ہدایات

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے فرمایا کہ آدمی کے سب عمل اس کے لئے ہیں مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لئے۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے اس طرح کہ ایک نیکی دس گنی ہوتی ہے، سات سو گنی تک، فرمایا اللہ تعالی نے کہ سوائے روزہ کے کہ روزہ میرے لئے ہے میں خود اس کی جزاء دوں گا، روزہ دار اپنی خواہشات کو اور اپنے کھانے پینے کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے، روزہ دار کے واسطے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت ہے اور ایک خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت ہوگی،

اور بے شک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے، اور روزہ دوزخ سے ڈھال ہے، اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو اس کو چاہئے کہ نہ فحش بات کہے اور نہ بیہودہ چلائے، اگر کوئی اس کو برا کہے یا اس سے کوئی جھگڑا کرنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے روزہ رکھ کر بھی بیجا بات کہا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا، اللہ تعالی کو اس کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی حاجت نہیں، یعنی اس کے روزہ کو قبول نہیں کرتا۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کے لئے روزہ سے پیاس کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں (دارمی)

فائدہ: جو لوگ روزہ کے حقوق ادا نہیں کرتے اس حدیث سے ان کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

روزہ کی اہمیت وخصوصیت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے، فرمایا روزہ کو اختیار کرو، کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں، میں نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے، فرمایا روزہ کو اختیار کرو، کیونکہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں، میں نے تیسری بار عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے فرمایا روزہ اختیار کرو، کیوں کہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں۔ (نسائی، وابن خزیمہ)

فائدہ:۔ یعنی بعض خصوصیات کے اعتبار سے روزہ بے مثل ہے، مثلاً یہی خصوصیت جو ذکر کی گئی کہ روزہ میں جو خدا تعالی کی محبت اور خوف کی خاصیت ہے،

روزہ دار اگر اس کا خیال رکھے تو ضرور گناہوں سے بچے گا کیوں کہ گناہ محبت اور خوف کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے، اور جب گناہ سے بچے گا تو وہ دوزخ سے بھی بچے گا۔

اگلی حدیث کا یہی مطلب ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ کہ روزہ دوزخ سے بچانے کے لئے ایک ڈھال اور ایک مضبوط قلعہ ہے۔ (احمد اور بیہقی)

روزہ کی برکت سے بیماریوں سے حفاظت

جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے جو کہ باطنی بیماریاں ہیں، اسی طرح بہت سی ظاہری (یعنی جسمانی) بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیوں کہ زیادہ تر بیماریاں کھانے پینے سے ہوتی ہیں، روزہ سے ان میں کمی ہوگی تو ایسی بیماریاں بھی نہ آئیں گی، اگلی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر شئی کی ایک زکوۃ ہے اور بدن کی زکوۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: یعنی جس طرح زکوۃ سے مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے، اسی طرح روزہ سے بدن کا میل کچیل یعنی فاسد مادہ جس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، دور ہو جاتا ہے، اگلی حدیث میں یہ مضمون بالکل صاف آیا ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ رکھا کرو، تندرست رہو گے۔ (طبرانی)

اور روزہ سے جس طرح ظاہری و باطنی مضرت زائل ہوتی ہے اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی خوشی بھی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک تو جب افطار کرتا ہے یعنی روزہ کھولتا ہے تو افطار پر خوش ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے، اور دوسرے اس وقت خوشی ہوگی جب اپنے پروردگار سے ملے گا، اس وقت اپنے روزہ پر خوش ہوگا (بخاری)

روزہ کے روحانی وجسمانی اور دنیوی واخروی فوائد

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کی عقل کو اس کے نفس پر ہمیشہ تسلط حاصل رہے، مگر بشری تقاضے کی وجہ سے بسا اوقات اس کا نفس اس کی عقل پر غالب آ تا ہے، لہٰذا نفس کو مہذب بنانے اور تزکیہ کے لئے اسلام نے روزہ مقرر کیا۔

۱:- کیوں کہ روزہ سے انسان کی عقل کو نفس پر پورا پورا غلبہ حاصل ہو جاتا ہے (یعنی اس کی عقل نفس پر غالب رہتی ہے۔)

۲:- روزہ سے خشیت اور تقوی کی صفت پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے، **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**، یعنی روزہ تم پر اس لئے مقرر ہوا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

۳:- روزہ انسان کے لئے ایک روحانی غذا ہے جو آنے والی زندگی (یعنی آخرت) میں انسان کو ایک غذا کا کام دے گا، جن لوگوں نے اس غذا کو ساتھ نہیں لیا، وہ اس وقت بھوکے پیاسے ہوں گے اور اس وقت ان پر افلاس ظاہر ہوگا، کیوں کہ انہوں نے اپنی غذا کو ساتھ نہیں لیا۔

اور یہ یقینی بات ہے کہ جب کھانے پینے کی تمام اشیاء خداوند تعالی ہی کے خزانۂ رحمت سے انسان کو ملتی ہیں تو جن چیزوں کو وہ یہاں (اللہ کے حکم سے) چھوڑتا ہے ان کا عوض وہاں ضرور دے گا جو یہاں سے بہتر وافضل ہوگا۔

۴:- روزہ اللہ کی محبت کی ایک بڑی علامت ہے جیسے کوئی شخص کسی کی محبت میں سرشار ہو کر کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور بیوی کے تعلقات بھی اس کو بھول جاتے ہیں،

ایسے ہی روزہ دار بھی خدا کی محبت میں سرشار ہو کر اسی حالت کا اظہار کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ روزہ اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

۵:- روزے کی ایک خاصیت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا موقع ملتا ہے اور نیز انسانی ہمدردی کا دل میں جذبہ پیدا ہوتا ہے کیوں کہ جس کو بھوک اور پیاس کا کبھی احساس ہی نہ ہوا ہو وہ بھوکوں اور پیاسوں کے حال سے کیسے واقف ہوسکتا ہے اور وہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکر یہ کیسے ادا کرسکتا ہے، اگر چہ زبان سے ادا کرلے مگر جب تک خود اس کو بھوک و پیاس کا اثر اور ضعف و ناتوانی کا احساس نہ ہو وہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا کما حقہ شکر یہ نہیں ادا کرسکتا، کیوں کہ جب کسی کی کوئی محبوب و مرغوب چیز جاتی رہے، تب اس چیز کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

۶:- روزہ روح اور جسم کی صحت کا ذریعہ ہے چنانچہ اطباء (ڈاکٹروں) نے کم کھانے پینے کو جسمانی صحت کے لئے اور صوفیاء کرام نے دل کی صفائی کے لئے فائدہ مند لکھا ہے۔

۷:- روزہ رکھنے سے انسان کو اپنی عاجزی و مسکنت اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کی قدرت پر نظر ہوتی ہے۔

۸:- روزہ سے چشم بصیرت (یعنی دل کی بینائی) کھلتی ہے، دور اندیشی کا خیال ترقی کرتا ہے۔

۹:- درندگی بہیمیت (جانوروں جیسی زندگی اور خصلتوں) سے دوری ہوتی ہے۔

۱۰:- ملائکہ الٰہی (یعنی فرشتوں) سے قرب حاصل ہوتا ہے[۱]۔

---

[۱] المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ ص۱۴۳/۱۴۴

روزہ دن ہی میں اور صرف ایک مہینہ کا کیوں فرض ہوا؟

ا:- چوں کہ روزہ تمام قسم کے نفسانی زہروں کے دفع کرنے کے واسطے ایک طرح کا تریاق (یعنی بہترین علاج) ہے اور اس میں طبیعت کو تکلیف بھی ہوتی ہے لہٰذا بقدر ضرورت اس کی ایک معین مقدار ہونی چاہیئے، جو نہ اتنی کم ہو جس سے کچھ فائدہ ہی نہ ہو، اور نہ اتنی زیادہ ہو کہ اس کی وجہ سے اعضاء میں ضعف آ جائے اور نفس کمزور ہو جائے، دلی فرحت جاتی رہے، اور انسان اس مجاہدہ کی وجہ سے قبر ہی میں جلدی چلا جائے، اور یہ درمیانی مقدار وہی ہے جس کو شریعت نے مقرر کیا (یعنی ایک ماہ کا روزہ)۔

۲:- ایک دن سے کم مقدار کا روزہ مقرر کرنا تو ایسا ہے جیسے دوپہر کے کھانے کو کچھ دیر کر کے کھایا جائے، اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا حکم ہوتا تو لوگ مجاہدہ کے عادی نہ ہوتے، اور اگر ہفتہ دو ہفتہ کا روزہ مقرر ہوتا تو یہ اتنی کم مقدار ہے جس سے نفس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا، اور دو مہینہ کی اتنی مقدار ہے کہ اس میں بہت کمزوری آ جاتی اور نفس تھک کر رہ جاتا، اس لئے یہ ضروری ہوا کہ طلوع فجر (یعنی صبح صادق) سے غروب آفتاب تک دن کو روزہ کے لئے مقرر کیا جائے۔

(الغرض) روزہ کی ایک مقدار اس لئے مقرر کی گئی تا کہ کوئی شخص اس میں افراط وتفریط (یعنی کمی وزیادتی) نہ کر سکے۔

۳:- اور چونکہ روزہ کے قانون کو عام ہونا چاہیئے اس لئے کہ اس میں سب کی اصلاح وتہذیب مقصود ہے لہٰذا ہر شخص کو اس کی اجازت نہیں کہ جس مہینہ میں آسانی سمجھے، روزہ رکھ لے، اس لئے کہ اس میں معذرت کا دروازہ وسیع ہو جانے اور اسلام کی ایک عظیم الشان عبادت میں سستی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

۴:- مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کا ایک وقت میں کسی ایک چیز کی پابندی کرنے سے ایک دوسرے کو اس کام میں مدد ملے گی، اور آسانی ہوگی، اور کام کرنے کی ہمت پیدا ہوگی، (اس لئے سب کو ایک ہی زمانہ میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا)۔

۵:- ایک کام کو ایک ہی وقت میں ساری دنیا کے مسلمانوں کا بالاتفاق مل کر کرنا ان سب کے لئے رحمت الٰہی نازل ہونے کا ذریعہ ہے نیز ان میں اتحاد واتفاق کے لئے بھی مفید ہے، یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے خدا تعالیٰ نے روزوں کا ایک ہی مہینہ مقرر کیا ہے، پس جو شخص اس نظام الٰہی کو بغیر عذر توڑتا ہے وہ بجائے رحمت کے لعنت کا مستحق ہوتا ہے[۱]۔

روزہ رمضان میں کیوں فرض کیا گیا؟

رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے کی وجہ خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بیان فرمائی ہے:

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآن"

یعنی ماہ رمضان وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔

لہٰذا یہ مہینہ برکات الٰہی کے نزول کا ذریعہ ہے اس لئے اس میں روزہ رکھنے کی اصل غرض جو **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**، میں مذکور ہے، یعنی "تقویٰ" پورے طریقہ سے حاصل ہوتی ہے[۲]۔

روزہ ایک نور ہے جس سے گناہوں میں کمی آجاتی ہے

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ نور ہے کیوں کہ روزہ کی حقیقت یہی ہے کہ لذتوں اور شہوتوں کو ترک کر دینا، اور لذتوں وشہوتوں کے چھوڑ دینے سے خود مشاہدہ

---

۱ المصالح العقلیہ ص ۱۴۹/۱۴۸ ۲ المصالح العقلیہ ص ۱۴۵

ہوسکتا ہے کہ قلب میں ایک نور اور انشراح کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ گناہوں کے دو درجے ہیں، ایک تو گناہوں کا تقاضا، اور ایک اس تقاضے پر عمل، اور جس طرح گناہ کرنے سے ظلمت ہوتی ہے اسی طرح گناہوں کے تقاضے سے، گویا بالفعل ظلمت نہیں، مگر بالقوۃ ظلمت ضرور ہوتی ہے (یعنی یہ گناہوں کا تقاضا آگے چل کر ظلمت کا ذریعہ بن جاتا ہے) اور روزہ سے گناہوں کے تقاضے میں کمی آجاتی ہے، جب تقاضے میں کمی آجاتی ہے تو گناہوں میں بھی کمی آجاتی ہے، اس طرح روزہ سے ظلمت کے دونوں درجے ختم ہوجاتے ہیں پھر روزہ کے نور ہونے میں کیا شبہ رہا۔ (روح الصیام ص ۱۵۶)

روزہ سے تقوی پیدا ہوتا ہے

یَـا أَیُّهَـا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. (بقرہ پ۲)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ''۔

فائدہ: روزہ رکھنے سے عادت پڑے گی نفس کو اس کے متعدد تقاضوں سے روکنے کی، اور اس عادت کی پختگی ہی تقوی کی بنیاد ہے۔ (بیان القرآن)

حق تعالی نے روزہ رکھنے کی علت بیان کی ہے، لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ روزہ اس واسطے ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ روزہ سے تقوی کیسے حاصل ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ کی خاصیت ہی یہی ہے، روزہ کو گناہوں سے بچانے میں بڑا دخل ہے، چنانچہ تجربہ کرلو، جو لوگ رمضان سے پہلے کیسے ہی فسق و فجور میں مبتلا ہوں، مگر رمضان میں

ضرور کمی کر دیتے ہیں، نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، تلاوت بھی کرنے لگتے ہیں، تو جتنی دیر ان عبادات میں لگے رہتے ہیں گناہوں سے بچے رہتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ روزہ سے قوت بہیمیہ گھٹ جاتی ہے کیونکہ لذتوں اور شہوتوں کو چھوڑنا پڑتا ہے اور یہی چیزیں گناہ کا باعث بنتی ہیں[1]۔

روزہ کا مقصد صرف تقویٰ ہی نہیں، متقیوں پر بھی روزہ رکھنا ضروری ہے

اور **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن** میں روزہ کی ایک حکمت کا بیان ہے (یعنی تقویٰ کا حاصل ہونا) لیکن حکمت کا اسی میں انحصار نہیں ہوگیا، خدا جانے اور کیا کیا ہزاروں حکمتیں ہوں گی، پس کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ جب مقصود روزہ کا معلوم ہوگیا تو یہ مقصود اگر دوسرے طریق سے حاصل کر لیں تو روزے کی یا رمضان کی قید کی کیا ضرورت ہے؟ گنجائش نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ روزے میں کچھ خاص حکمتیں اور ثمرات ایسے ہوں کہ وہ ان خاص قیود مقررہ شرعیہ کے بغیر حاصل نہ ہوسکیں (جو خاص اس روزے کی صورت کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں)[2]

روزہ کا تصور و استحضار بھی گناہوں سے بچاتا ہے

روزہ کو گناہوں سے بچنے میں اس طرح سے بھی دخل ہے کہ جس طرح شرک و کفر سے بچانے کے لئے جابجا قرآن میں عذاب کا ذکر ہے اور اس شرک و کفر سے بچنے میں عذاب کے تصور کو دخل ہے، یعنی یہ سوچنا کہ کفر و شرک سے عذاب ہوگا،

---

[1] روح الصیام ص۱۵۶ ملحقہ برکات رمضان [2] بیان القرآن سورہ بقرہ پ۲

عذاب کا یہ تصور کفر وشرک کے چھوڑنے کا سبب بن جاتا ہے، اسی طرح روزہ کی حقیقت کے تصور کو بھی گناہوں سے بچنے میں دخل ہے، کیونکہ روزہ ایک ایسی شئی ہے جس کا تصور واستحضار گناہوں سے روکتا ہے کسی کو عقل سلیم ہو تو روزہ کی حقیقت میں غور کرے کہ کیا ہے؟ روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ نہ کھانا، نہ پینا، بیوی سے مشغول نہ ہونا، اسی سے سمجھ لے گا کہ یہ چیزیں حلال تھیں جب یہ حرام کر دی گئیں، تو جو چیزیں پہلے سے حرام ہیں ان کا کیا درجہ ہوگا، پھر یہ خیال کرے گا کہ کتنی غیرت کی بات ہے کہ جو چیزیں حلال تھیں انہیں تو چھوڑ دیں، (یعنی کھانا پینا) اور حرام میں مبتلا ہو جائیں[1]۔

روزہ میں حق تعالیٰ کی صفت کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جتنے اعمال ہیں سب میں عبدیت (بندگی) کی شکل ہے، مثلاً نماز، حج وغیرہ میں، یا بعض عبادات میں ایسی صفت ہے کہ مشترک ہے، مثلاً زکوۃ کہ اس کی حقیقت دینا ہے، یہ بندہ کی بھی صفت ہے اور اللہ کی بھی صفت ہے، بخلاف روزہ کے جس کی حقیقت کھانے، پینے جماع کو ترک کرنا ہے اور ان امور سے منزّہ (بے نیاز) ہونا خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، حق تعالیٰ اس سے پاک ہیں، غرض نماز میں تو خاص بندہ کی صفت ہے، بخلاف روزہ کے کہ اس میں تنزیہ (پاکی) کی شان ہے، پس اس میں حق تعالیٰ کے ساتھ تشبہ ہے اسی لئے فرمایا کہ روزہ ہماری شئی ہے[2]۔

---

[1] روح الصیام ص ۱۵۸ [2] الصوم ص ۱۲۰

روزہ صرف اللہ کے لئے ہے اس میں ریاکاری نہیں ہوسکتی

روزہ کے متلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فَإِنَّهٗ لِی روزہ میری شیٔ ہے، یہ روزہ کی فضیلت ہے، رہی یہ بات کہ روزہ کو اپنا کیوں فرمایا؟ اس کے مختلف پہلو ہوسکتے ہیں۔

ایک یہ کہ جتنی عبادتیں ہیں ان کی کچھ نہ کچھ صورت بھی محسوس ہوتی ہے مثلاً نماز کی صورت رکوع سجدہ، قیام محسوس کرتے ہیں، زکوۃ کی صورت مال دینا محسوس ہوتا ہے، حج کی صورت مخصوص ارکان کا ادا کرنا یہ بھی محسوس ہے، نماز پڑھو، تو سب کو معلوم ہوجائے گا کہ نماز پڑھ رہا ہے، حج کرو، تو سب دیکھیں گے بخلاف روزہ کے کہ کسی کو خبر نہیں ہوتی (کہ اس کا روزہ ہے) کیونکہ اس کی حقیقت چند چیزوں کا چھوڑنا ہے اور وہ محسوس نہیں۔

غرض روزہ ایسی عبادت ہے کہ اور عبادتوں میں تو ریا کا احتمال ہو بھی سکتا ہے مگر روزہ کے اندر یہ احتمال بالکل نہیں ہے، اگر کوئی کہے کہ کوئی شخص ظاہر کردے کہ میرا روزہ ہے تو پھر روزہ میں بھی ریا کا احتمال ہوجائے گا میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں بھی ریا نہ ہوگی، اس لئے کہ دیکھنے والوں کو روزہ کی صورت تو نظر آتی نہیں، صرف اس کے خبر دینے ہی سے معلوم ہوا کہ روزہ ہے، اور خبر ایسی شیٔ ہے جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے، ممکن ہے کہ اس کو جھوٹا سمجھا جائے بخلاف اور عبادتوں کے کہ اگر وہ انکار بھی کردے کہ میں نماز نہیں پڑھ رہا، تب بھی وہ انکار مفید نہیں اس لئے کہ مشاہدہ کے خلاف ہوگا۔

پس ایک مطلب تو اس کا یہ ہوا کہ روزہ میرے ہی لئے خاص ہے اس میں ریا ونمائش کا احتمال نہیں[1]۔

---

[1] الصوم ص ۱۱۸

روزہ کا خصوصی ثواب

ایک حدیث قدسی کا مضمون ہے کہ نیکی کا عام قانون یہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلہ دس ملتی ہیں اور سات سو تک مضاعف ہوتی ہے اور سات سو سے آگے بھی ثواب بڑھ سکتا ہے، اور یہ بڑھنا اخلاص کے اعتبار سے ہے جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب بڑھتا جائے گا۔

لیکن روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے اس کے لئے دوسرا قانون ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إلَّا الصَّوْمُ فَإِنَّهُ لِيْ وَأنَا أجْزِئُ بِهٖ.

لیکن روزہ اس لئے کہ وہ میرے لئے خاص ہے میں خود ہی اس کی جزا دوں گا، یہ وجہ ہے دوسرا قانون ہونے کی، یعنی وہ میرا ہے، میرے لئے خاص ہے، اس لئے ہم اس کو قانون سے جدا کرتے ہیں، میں خود اس کی جزا دوں گا، یعنی اس کی جزا فرشتوں کے واسطے کے بغیر ہم خود دیں گے۔

ذرا بھی کسی کو عقل ہو تو یہ سمجھ سکتا ہے کہ جس عمل کے متعلق حق تعالیٰ فرمائیں کہ ہم خود اس کا بدلہ دیں گے، تو وہ جزا بڑی عظیم الشان ہوگی، جیسے حاکم یہ کہے کہ فلاں کارگذاری کا انعام ہم خود دیں گے، ہر شخص سمجھے گا کہ خدا جانے کیا عنایت ہوگی، اور حدیث میں اس سے بحث نہیں کہ وہ جزا کیا ہے، اس لئے کہ حاکم کو یہ ضروری نہیں کہ رعایا سے وہ یہ بھی بیان کردیا کرے کہ کیا جزاء دیں گے[1]۔

---

[1] الصوم ص ۱۱۰ ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ۔

غلط فہمی کا ازالہ اور ضروری تنبیہ

ایک بات اور یاد آ گئی، حدیث شریف میں ہے، وَأنَا أجْزِیُ بِه یعنی میں اس کا بدلہ دوں گا، اور ایک نسخہ أنَا أُجْزَیٰ بِه مجہول صیغہ سے بھی مشہور ہے یعنی اس کا بدلہ یہ ہے کہ میں اس کو ملوں گا۔

اگرچہ یہ مضمون فی نفسہ صحیح ہے کہ حق تعالیٰ اس کے بدلہ میں مل جائیں گے مگر غلطی یہ ہے کہ (اس مضمون کو) اس حدیث سے نکالا جاتا ہے، جو شخص ذرا بھی عربیت سے تعلق رکھتا ہوگا وہ ہرگز اس سے یہ معنی نہ سمجھے گا اس لئے کہ عربیت کے اعتبار سے اس کا ترجمہ یہ ہوگا ''کہ میں بدلہ دیا جاؤں گا'' یعنی نعوذ باللہ مجھ کو کوئی جزاء دے گا، (یعنی دوسرا کوئی جزا دے گا اور جزاء میں حق تعالیٰ کی ذات کو دے دے گا، یہ مطلب ہوا مجہول صیغہ کا) نہ یہ کہ میں جزاء میں مل جاؤں گا، یہ اس (مجہول صیغہ) کا ترجمہ نہیں ہے، پس یہ نسخہ غلط ہے صحیح وہی ہے أنَا أجْزِیُ بِه یعنی میں اس کی جزاء دوں گا اور روزہ کی فضیلت یہ کیا کچھ کم ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں جزاء دوں گا۔

باقی فی نفسہ یہ مضمون صحیح ہے کہ حق تعالیٰ اس کے بدلہ میں مل جائیں گے۔

ایک حکایت منقول ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے ایک دن دربار کیا اور یہ حکم دیا کہ جو شخص جس شئی پر ہاتھ رکھ دے گا اس کو وہی شئی دے دی جائے گی، چنانچہ لوگوں نے اپنی خواہشوں کے موافق ایک ایک شئی پر ہاتھ رکھ دیا، اور ایک باندی نے ہارون رشید کی کمر پر ہاتھ رکھ دیا، ہارون نے کہا یہ کیا؟ اس نے کہا جب آپ میرے ہو گئے تو یہ سب چیزیں میری ہو گئیں اس لئے میں نے آپ کا انتخاب کیا ہے، جس کو خدا مل گئے اس کو سب نعمتیں مل گئیں۔ (اور روزوں کی برکت سے خدا تعالیٰ مل جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (الصوم ص ۱۲۰)

روزہ اور صبر

حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

(یعنی صابرین کو بے حساب اجروثواب دیا جائے گا)

اس آیت کی رو سے صابر کا اجر بے حساب ہے اور روزہ صبر کی فرد اعظم (یعنی بہت بڑی قسم) ہے اولاً تو ظاہر ہے کہ صبر کی حقیقت اس میں زائد ہے دوسرے حدیث میں بھی آیا ہے ھٰذَا شَهْرُ الصَّبْرِ یعنی رمضان کے القاب جو حدیث شریف میں آئے ہیں، اس میں سے ایک لقب شہر صبر بھی ہے، یہ دو دلیلیں ہیں، تیسری دلیل سورۂ بقرہ میں آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ. میں جوع کی تفسیر امام شافعیؒ نے روزہ سے کی ہے یعنی فرماتے ہیں کہ ہم تم کو آزمائیں گے، تمہارا امتحان لیں گے خوف سے، بھوک سے، مال کے نقصان سے، جان کے نقصان سے، تمہارے پھلوں کے نقصان سے۔

تو امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ خوف سے تو مراد ہے زکوۃ اور نقصِ انفس سے مراد امراض ہیں، اور ثمرات کی تفسیر اولاد سے کی ہے، یعنی تمہارے بچوں کو ماریں گے اور اس طرح تمہارا امتحان لیں گے، اور جوع کی تفسیر روزہ سے کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی تفسیر روزہ سے ہوسکتی ہے کیوں کہ اس میں بھی جوع (بھوک) ہے اور ایک دوسری آیت میں ہے، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ یہاں بھی مفسرین نے صبر کی تفسیر صوم (روزہ) سے کی ہے، جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو سمجھئے کہ......صابرین میں صائمین (روزہ رکھنے والے) بھی آ گئے۔

وراگر کوئی کہے کہ صابرین میں اہل صبر کے اور افراد (یعنی صبر کی دوسری قسمیں)

بھی تو داخل ہیں، مثلاً مصیبتوں پر صبر وغیرہ، پھر روزہ داروں کی کیا تخصیص ہے؟

میں کہتا ہوں بے شک صابرین کے اور افراد (اور صبر کی دوسری قسموں) کو بھی عام ہے مگر روزہ دوسری قسموں سے بڑھا ہوا ہے، کیونکہ اس میں فَإِنَّهُ لِي (کہ روزہ میرے لئے ہے) کی فضیلت ہے اور اس لئے بھی کہ اوروں میں بعض اعتبار سے صبر ہے اور اس میں سب اعتبار سے صبر ہے، کھانے پینے سے بھی صحبت سے بھی اور کھانے پینے کے ترک کرنے سے کلفت ہوتی ہے تو تحمل کلفت بھی ہوا، تو روزہ صبر کی بہت سی قسموں کا جامع ہوا، تو اس خصوصیت سے روزہ صبر کے تمام افراد (اور دوسری قسموں) سے افضل ہوا، غرض صابرین کے افراد واقسام میں روزہ دار سب سے اکمل ہیں، اس سے روزہ داروں کے لئے بے حساب اجر ثابت ہو گیا[1]۔

روزہ کی اس قدر فضیلت واہمیت کیوں ہے؟

علماء نے فرمایا ہے کہ روزہ کی اتنی زیادہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اخلاص زیادہ ہے، اس میں ریاء نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی ریاء (دکھلاوا) کرے بھی تب بھی ریاء نہیں ہو سکتی، بخلاف اور عبادات کے کہ ان میں ریاء کرنے سے تو ریا ہو سکتی ہے، اسی وجہ سے روزہ میں اظہار قولی کی (یعنی زبان سے یہ ظاہر کر دینے کی بھی کہ میں روزہ سے ہوں) اجازت ہے۔

تو یہاں دو دعوے ہیں، ایک تو اظہار کی اجازت دوسرے یہ کہ یہاں اظہار سے بھی ریا نہیں ہوتی، اجازت کی دلیل تو یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب روزہ دار ہو اور اس سے کوئی جھگڑے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار قولی کی اجازت دی ہے۔

[1] اجر الصیام من غیر انصرام ص ۴۴/۵۸، ملحقہ التبلیغ ص ۱۹

رہا یہ کہ اظہار سے بھی ریا نہیں ہوتی، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خلوص اس قدر قوی ہے کہ اظہار سے بھی ریا نہیں ہوتی، حالانکہ ظاہراً شبہ ہوتا ہے کہ جب زبان سے کہہ دیا کہ میں روزہ دار ہوں تو ریا تو ہوگئی مگر میں کہتا ہوں کہ پھر بھی ریاء نہ ہوگی، وجہ اس کی یہ ہے کہ اول تو جلی عبادت (یعنی وہ عبادت جس کی شکل وہیئت ظاہر ہو) مثلاً نماز ہی ہے کہ ان میں خود اس کی صورت فعل پر دلالت کرتی ہے، وہ صورت کہتی ہے کہ یہ عبادت ہے، یہ نماز ہے اور یہاں صورت تو کیا خود زبان سے کہنے سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ واقع میں روزہ دار ہے یا نہیں کیونکہ اگر کوئی غیر روزہ دار بھی کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں تو اس کا دعوی سننے والوں کے نزدیک صادق ہوتا ہے[1]۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اَنَا صَائِمٌ (میں روزہ سے ہوں) کہنے سے ریا کیوں نہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی اس سے ریا نہ ہوگا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت نہ دیتے، مگر حدیث میں موجود کہ ''روزہ میں گالی گلوج نہ ہونا چاہئے، اور اگر کوئی اسے برا بھلا کہے تو اس سے کہہ دے کہ آج میرا روزہ ہے اس لئے میں کچھ نہیں کہتا''۔

جب حدیث میں اظہار صوم (یعنی اپنے روزہ کو ظاہر کرنے) کی اجازت ہے تو معلوم ہوا کہ **أنَـا صَـائِمٌ أنَا صَائِمٌ** (یعنی میرا روزہ میرا روزہ ہے) کہنے سے بھی ریا نہ ہوگا، ورنہ ریا کی اجازت لازم آئے گی اور یہ ناممکن ہے، یہ تو نقلی جواب ہے۔

اور عقلی جواب یہ ہے کہ اتنا کہنے سے کہ میرا روزہ ہے ریاء کیوں کر ہوسکتی ہے کیونکہ اس دعوی کے صحت کے علم کی کوئی صورت نہیں، ممکن ہے کہ اس نے غسل خانہ میں جا کر پانی پی لیا ہو اور باہر آ کر **أنـا صائم** کہہ دیا ہو، اس لئے **أنـا صائم** کہنے سے بھی ریاء نہ ہوگا۔

---

[1] اجر الصیام ص ۹۵

ہاں اگر ریاء کے قصد (ارادہ) سے کوئی شخص یہ جملہ کہے گا جس طرح کہ آج کل روزہ دار کہتے پھرتے ہیں کہ آج تو سحری میں جاگ نہ سکے بغیر سحری کا روزہ ہے، کبھی پیاس وغیرہ کی شکایت کرتے ہیں تو اس میں قصدِ ریاء (یعنی دکھلاوے کا ارادہ کرنے) کا گناہ ہوگا، کیوں کہ جس طرح ریاء گناہ ہے اس کا قصد بھی گناہ ہے مگر حقیقت ریاء کا یہاں وجود نہیں۔

اور جب اس میں ریاء نہیں تو خلوص ہوگا اور جس عبادت میں خلوص ہو، وہ موجب فضل ہوتی ہے اور جب روزہ میں اخلاص زیادہ ہے تو اس کی فضیلت اور بڑھ گئی۔

چنانچہ علماء نے صراحۃً بھی لکھا ہے کہ روزہ کو جو خاص فضیلت ہے وہ اخلاص ہی کی وجہ سے ہے[1]۔

عبادتیں تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں پھر روزہ کو اللہ کے نے اپنے لئے کیوں خاص فرمایا؟

حدیث پاک فَـإِنَّـهُ لِي میں روزہ کی خاص فضیلت کی وجہ بتلائی ہے کہ روزہ کا ثواب غیر متناہی (بے حد وحساب) اس لئے ہے کہ وہ خاص میرے لئے ہے، یعنی چونکہ حق تعالیٰ کی ذات کمالات وصفات کے اعتبار سے غیر محدود ہے تو جو چیز خاص ان کی ہوگی وہ بھی غیر محدود ہوگی۔

رہی یہ بات کہ حق تعالیٰ نے خاص روزہ ہی کو اپنا کیوں فرمایا؟ عبادتیں تو سب ہی حق تعالیٰ کی ہیں، نماز، زکوۃ، حج، سب ان ہی کے لئے ہیں، غیر کے لئے کون سی عبادت ہے؟ تو محققین علماء نے فرمایا ہے اور یہ بات میرے ذہن میں خود بھی آئی تھی کہ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ روزہ میں ریا نہیں ہوسکتا کیونکہ روزہ کی حقیقت عدمی

---

[1] اجر الصیام من غیر انصرام التبلیغ ص ۶۱، ۳/۷ ج ۱۹

ہے، (یعنی ظاہر میں اس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا بلکہ) یہ چند تروک سے مرکب ہے، (یعنی چند چیزوں کے چھوڑنے کا نام روزہ ہے) یعنی کھانے پینے اور جماع کو ترک کرنا، اور ترک کی کوئی (ظاہری) صورت نہیں جس سے کسی کو اس کا علم ہو سکے (اگر کوئی چپکے سے کھالے تو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا[1])

روزہ اور دوسری عبادتوں کے اجر وثواب کا فرق

حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزہ کا اجر بلاحساب ہوگا یعنی کی کوئی حد نہ ہوگی، جس کی وجہ آگے بیان فرمائی ہے کہ فَإِنَّهٗ لِی کہ روزہ میرے لئے ہے......!

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اور اعمال کے دو حکم ہیں ایک تو تضاعف محدود (یعنی ثواب کی زیادتی ایک حد تک ہوگی) دوسرے ثواب کا عطیہ فرشتوں کے واسطے سے ہوگا۔

اور روزہ ان دونوں حکم سے مستثنیٰ ہے اس طرح سے کہ اور اعمال کا اجر تو محدود ہے، (یعنی ایک حد پر ختم ہوجائے گا) روزہ کا اجر ثوب غیر محدود ہوگا، (کبھی ختم نہ ہوگا)۔

دوسرا یہ کہ اور اعمال کا اجر تو فرشتوں کے ہاتھ سے بٹتا ہے یعنی عبادت کا صلہ اور ثواب فرشتوں کے ہاتھ سے تقسیم ہوتا ہے مگر روزہ ایسی عبادت ہے کہ اس کا اجر میں ہی دوں گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اور اعمال کا اجر متناہی ہے (یعنی محدود مقدار میں اجر ہوگا) اس لئے فرشتوں سے دلوادوں گا اور روزہ کا اجر غیر محدود ہے اس لئے میں خود دوں گا، میرے خیال میں یہ تقریر کہیں لکھی ہوئی نہیں ملے گی، بعد میں دیکھا کہ مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں مضمون مل گیا۔

---

[1] اجر الصیام من غیر انصرام ملحقہ التبلیغ ص: ۱۰۷ ج: ۱۹

حاصل یہ ہوا کہ دو قسم کی عبادتیں ہے، ایک کا اجر وثواب تو فرشتوں کے واسطے سے ملتا ہے اور ایک کا اجر حق تعالیٰ خود عنایت فرمائیں گے اس کو ایک مثال سے سمجھئے!

ایک تو ہے نوکر سے انعام دلوانا، اور ایک ہے خود اپنے ہاتھ سے دینا تو سلاطین کی عادت ہے کہ تھوڑی چیز کو خزانچی سے دلواتے ہیں اور جو کسی کو بہت زیادہ دینا ہو، قیمتی خلعت (جوڑا) وغیرہ عطاء کرنا ہو، تو خود اپنے ہاتھ سے دیتے ہیں، اسی طرح خداوند کریم کے معاملات بھی ہماری عادت کے موافق ہیں کہ جو چیز متناہی الاجر تھی (یعنی ایسی تھی کہ اس کا اجر محدود ہے) اس کو تو فرشتوں سے دلوائیں گے اور جو غیر متناہی ہوگا (یعنی جس کا اجر غیر محدود ہوگا بے حد و بے حساب ہوگا) اس کو اپنے ہاتھ سے عطاء فرمائیں گے، کیوں کہ وہ شاہی ہے، اس کی کوئی حد نہیں............اس کا ثواب اتنا غیر متناہی ہے کہ جنت میں جب تک رہیں گے (اور وہاں تو ہمیشہ ہی رہیں گے) کبھی اس کا اجر وثواب ختم نہ ہوگا، یہ حدیث آپ نے بہت دفعہ سنی ہوگی، لیکن یہ حقیقت نہ سنی ہوگی اور اب بھی کیا سنی، جیسے روزہ کا اجر ختم نہیں ہوتا، اسی طرح روزہ کے فضائل وبرکات بھی بیان سے ختم نہیں ہو سکتے[1]۔

روزہ کی یہ فضیلت ایمان کی فضیلت سے بھی بڑھ کر ہے

ایمان جو کہ شرط صوم ہے، (یعنی جس کے بغیر روزہ بھی صحیح نہیں وہ بھی) اس جزئی فضیلت میں اس کا شریک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس کے اجر (ثواب) میں بھی تضاعف غیر محدود (یعنی ایسا ثواب جس کا سلسلہ ختم ہی نہ ہو) منصوص نہیں، مگر اس سے روزہ کا ایمان سے افضل ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ روزہ کی یہ فضیلت بھی ایمان ہی کی وجہ سے ہے، بغیر ایمان کے روزہ لاشئی ہے، وہ اصل ہے، یہ فرع ہے، اور بیٹا باپ سے بڑا نہیں ہوسکتا، ہاں اگر وہ ٹھہر جائے اور یہ بڑھتا رہے تو ممکن ہے مگر جتنا بیٹا بڑھے گا باپ بھی تو آخر بڑھے گا[2]۔

---

[1] اجر الصیام من غیر انصرام ملحقۃ التبلیغ ص ۶۷ ج ۱۹ [2] اجر الصیام من غیر انصرام ملحقۃ التبلیغ ص ۷۷ ج ۱۹

روزہ کی ایک اور خصوصیت

بعض محدثین نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ حقوق العباد میں اور سب اعمال تو لیے جائیں گے، مگر روزہ کہ وہ کسی حق میں نہیں دلوایا جائے گا، دیکھو جب کسی کی جائداد نیلام ہوتی ہے تو اس شخص کی اپنی زمینداری نیلام نہیں ہوتی[1]۔ واللہ اعلم

روزہ سرکاری چیز ہے اس کی قدر دانی واجب اور توہین جرم ہے

بڑے افسوس کی بات ہے کہ روزہ کو حق تعالیٰ تو اپنی سرکاری چیز بتائیں اور ہم اس کی یہ قدر کریں کہ اس میں غیبت بھی کریں، جھوٹ بھی بولیں، نظر بد سے بھی گھوریں، غذا بھی حرام کھائیں، وضع بھی خلاف شرع رکھیں، یہ سرکاری چیز کی قدر کی؟ اور سرکاری چیز تو ایسی ہوتی ہے کہ اس کی ذرا بھی توہین جائز نہیں۔

ایک سبق آموز دلچسپ حکایت

اس پر مجھے ایک نکتہ یاد آیا کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ عقلمند قوم کون ہے، اور سب سے زیادہ بے وقوف کون قوم ہے؟ وزیر نے قوموں کا نام لیا، کہ فلاں قوم تو بہت زیادہ دانشمند ہوتی ہے، اور فلاں بہت زیادہ بے وقوف ہے، بادشاہ نے کہا اچھا اس کا امتحان کراؤ، وزیر نے پہلے بے وقوف قوم کے ایک آدمی کو بلایا اور کہا کہ تم اپنی ڈاڑھی بیچتے ہو؟ وہ بڑے خفاء ہوئے، واہ صاحب اسی کی بدولت تو سارے کام چلتے ہیں، دس آدمی ثقہ (یعنی معتبر اور دیندار سمجھتے ہیں) کاروبار میں اعتماد کرتے ہیں، تجارت میں اسی سے کام چلتا ہے، اس کو کیسے بیچ دیں، آپ نے اچھی کہی۔

---

[1] اجر الصیام ص ۷۷

(اس کے بعد) وزیر نے کہا میاں خفا مت ہو، بہوار، اور تجارت میں جو نفع ہوتا ہے اس سے زیادہ ہم سے لے لو، اور ڈاڑھی تو بعد میں پھر بھی نکل آئے گی، غرض کچھ روپیہ دے کر اس کو راضی کرلیا، وہ راضی ہوگیا، اور ڈاڑھی منڈوا کر روپیہ لے کر گھر پہنچے، بیوی کی جو نظر پڑی وہ بڑی خفاء ہوئی کہ یہ کیا حماقت سوار ہوئی؟ اب یہ سارے کام کیسے چلیں گے؟ تجارت بہوار میں تجھے کون معتبر سمجھے گا؟ کہنے لگا سنو تو سہی جو کچھ بہوار میں نفع ہوتا ہے، میں اتنا روپیہ لے آیا ہوں، وہ کہنے لگی، روپیہ تو لے آیا مگر تیرا جو لوگوں میں اعتبار تھا اس کی تلافی کس طرح کرو گے؟ کہا ہاں بی بی تو نے تو بات سچ کہی، یہ کہہ کر آپ وزیر کے پاس گئے اور کہا میں ڈاڑھی نہیں بیچتا، بس روپیہ تو واپس کردیا، اور وہ اپنی کٹی ہوئی ڈاڑھی لے آئے، واقعی پورا بے وقوف تھا، کیا کٹی ہوئی ڈاڑھی لانے سے اعتبار لوٹ آیا؟ کچھ بھی نہیں ہاں آئی ہوئی رقم بھی کھوئی۔

وزیر نے ایک عقلمند قوم کے ایک آدمی کو بلایا اور اس سے وہی درخواست کی، اور وہ بہت جھنجھلایا، وزیر نے کہا کہ میاں روپیہ دیں گے، پوچھا کتنا؟ کہا کہ پانچ سو، اس نے کہا کہ یہ بھی کوئی روپیہ ہے؟ جس کے لئے میں اپنی عمر بھر کی ڈاڑھی منڈادوں؟ غرض کوئی دس ہزار روپیہ پر راضی ہوا ہوگا، روپیہ لے لیا اور ڈاڑھی منڈوانے پر راضی ہوگیا، جب نائی مونڈنے کو آیا تو کہا ذرا ٹھہر جاؤ، اور بلند آواز سے کہا کہ جب تک ڈاڑھی بکی نہ تھی میری تھی، اور جب بک گئی تو بادشاہ کی ہوگئی، اب دیکھو بھائی، بادشاہ کی ڈاڑھی منڈتی ہے، یہ سن کر دربار میں سناٹا ہوگیا اور بادشاہ نے کہا کہ بس بس ہماری ڈاڑھی نہ مونڈی جائے، پھر ڈاڑھی نہ مونڈی گئی، کیونکہ گو ڈاڑھی اسی کی ہے مگر شہر میں تو شہرت ہوگئی کہ بادشاہ کی ڈاڑھی منڈ گئی، بادشاہ نے کچھ رقم ماہوار اس ڈاڑھی کی حفاظت و خاطر مدارات کے لئے مقرر کردی۔

وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ دیکھا اس کی بے وقوفی کہ ڈاڑھی بھی کٹی اور روپیہ

بھی کھویا، اوراس نے روپیہ بھی لے لیا اور ڈاڑھی بھی بچالی۔

اسی طرح روزہ جب سرکار کا ہوگا تو کوئی شخص اس کو اپنے حق میں نہیں لے سکتا، تو روزہ سرکاری چیز ہے، اور سرکاری چیز ایسی ہوتی ہے کہ خود سرکار بھی اس کی توہین نہیں کرتی تو پھر حیرت ہے کہ تم سرکاری چیز کی ایسی مٹی پلید کرتے ہو، ذرا کچھ تو خیال کرو، کم از کم رمضان میں تو گناہوں کو چھوڑ دو، اگر یہ کہو کہ اب رمضان کے دن ہی کتنے باقی رہ گئے ہیں، ارے میاں تھوڑے ہی دن سہی تم اسی میں گناہوں کو چھوڑ دو، کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہلاک وبرباد ہو وہ شخص جس نے رمضان پایا اور اور رمضان کے ختم ہونے سے پہلے اپنی مغفرت نہ کرالی۔

سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کو دیکھئے! یہ نہیں فرمایا کہ جو رمضان میں گناہ کرے وہ ہلاک وبرباد ہو، بلکہ جو رمضان ختم ہونے سے پہلے گناہ معاف نہ کرالے اس کو بددعا دی ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی گناہ ہوگیا ہے تو ہوجانے دو مگر رمضان گذرنے سے پہلے مغفرت کرالو[1]۔

کوئی عبادت دوسری عبادت سے پوری طرح افضل نہیں بلکہ ہر عبادت ضروری اور اپنی جگہ افضل ہے

حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ میں ایک خاص فضیلت ایسی ہے جو کسی عبادت میں نہیں ہے، اور بھی جتنے اعمال ہے سب میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ بعض اعمال کو بعض پر فضیلت جزئی ہوتی ہے یعنی کوئی خاص فضیلت اس میں ایسی ہوتی ہے جو دوسرے میں نہیں۔

[1] اجر الصیام من غیر انصرام ملحقہ التبلیغ ص ۹۷ ج ۱۹

اور میں نے بعض خصوصیت اس لئے کہا کہ کوئی عبادت ایسی نہیں جو من کل الوجوہ (یعنی پوری طرح) دوسری عبادت سے افضل ہو، یعنی سوائے توحید کے کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو دوسری عبادت سے ہر پہلو سے افضل ہو، عبادت کیا بلکہ کوئی دو چیز کو لے لیجئے ان میں ایک دوسرے سے من کل الوجوہ (یعنی پوری طرح) افضل نہیں ہوسکتی، اس کو ایک مثال سے سمجھے مثلاً کھانا اور پانی ہے، اب نہ کھانا پانی سے ہر اعتبار سے افضل ہے نہ پانی کھانے سے، یعنی نہ پانی کھانے کے سب فضائل کو شامل ہے، اور نہ کھانا پانی کے سب فضائل کو شامل ومحیط ہے بلکہ بعض فضیلت کھانے میں ایسی ہے جو پانی میں نہیں اور بعض فضیلت پانی میں ایسی ہے جو کھانے میں نہیں، اسی طرح ہر دو چیز میں یہی حال ہوگا کہ ایک دوسرے سے پوری طرح افضل نہیں ہے، البتہ ایک ہی نوع (یعنی ایک قسم کے) دو فردوں میں ہوسکتا ہے جیسے نماز ایک نوع ہے اس کے دو فرد ہیں ایک فرض اور ایک نفل، فرض نفل سے پوری طرح افضل ہے، اسی طرح روزہ ایک نوع ہے اس کے دو فرد ہیں ایک فرض اور ایک نفل، فرض روزہ میں جو فضائل ہیں وہ نفل میں نہیں، اسی لئے نوافل کو فرائض کا مکمل (پورا کرنے والا) کہا گیا ہے۔

نفل کو فرض سے ایسی نسبت ہے جیسے پیوند کو کپڑے سے کہ کپڑے سے کچھ ملتا جلتا ہے بعینہ (پورے) کپڑے کی طرح نہیں ہوتا، تابع متبوع کا سا معاملہ ہے فرض متبوع ہے نفل اس کے تابع ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک نوع کے افراد میں تو یہ ممکن ہے کہ ایک کو دوسرے پر پوری طرح فضیلت ہو، باقی مختلف انواع میں یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک نوع دوسری نوع سے پوری طرح افضل ہو، جیسے حج کو زکوۃ پر من کل الوجوہ (یعنی ہر اعتبار سے) فضیلت نہیں، اور نہ نماز کو روزہ پر، اسی طرح اس کا برعکس۔

اس لئے میں نے کہا تھا کہ روزہ میں ایک فضیلت وخصوصیت ایسی ہے جو دوسری عبادات میں نہیں، جیسے پانی کے بعض فضائل ایسے ہیں جو کھانے میں نہیں۔

بعض واعظین کی غلطی

بعض واعظین جب ایک عبادت کی فضیلت بیان کرتے ہیں تو اس قدر بیان کرتے ہیں کہ جس سے سننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ اب دوسری عبادتوں کی ضرورت باقی نہیں رہی، ایک عبادت کو دوسری عبادت پر من کل الوجوہ (یعنی ہر طرح سے) فضیلت دے دیتے ہیں، اس میں بڑا مفسدہ ہے۔

سامعین کو بڑا دھوکہ ہوتا ہے کہ وہ سمجھ لیتے ہے کہ نجات کے لئے بس یہی عبادت کافی ہے اور دوسری عبادت کو چھوڑ دیتے ہیں، بعض لوگ عبادتوں میں یہ سمجھتے ہیں کہ ایک کو کرلیا تو اب دوسری عبادتوں کی ضرورت رفع ہوگئی، یہ بہت بڑی غلطی ہے، اصل میں واعظین کے طرز بیان سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے، وہ بیان ایسے طرز سے کرتے ہیں کہ ایک کو دوسرے پر من کل الوجوہ (یعنی پوری طرح) فضیلت دے دیتے ہیں، اس سے سامعین یہ سمجھتے ہیں کہ بس جی یہی عبادت کافی ہے، اوروں کی ضرورت نہیں ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ کوئی عبادت دوسرے سے مغنی (بے نیاز) نہیں ہوسکتی، باقی بعض بعض فضائل ہر ایک کے جدا جدا ہیں، بعض اعتبار سے نماز سب عبادات سے افضل ہے اور بعض خصوصیات کے لحاظ سے روزہ تمام طاعات سے افضل ہے، اسی طرح حج بعض اعتبار سے نماز، روزہ، زکوۃ سب سے افضل ہے۔

جب میں نے قاعد کلیہ بیان کردیا کہ ایک عبادت دوسری سے من کل الوجوہ افضل نہیں ہوسکتی، اوراس لئے ایک دوسرے سے مغنی (بے نیاز) نہیں ہوسکتی، اور یہ بھی بتلادیا کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے تو اب صرف کسی ایک عبادت کے فضائل

بیان کرنے سے دھوکہ نہیں ہو سکے گا کہ بس وہی ایک عبادت کافی ہو جائے، اور اس کے علاوہ اور عبادت کی ضرورت نہ رہے[1]۔

قیامت میں روزہ دار کا اکرام

جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک کا نام باب الریان ہے، ایک حدیث پاک میں روزے کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ روزہ دار ہی اس دروازے سے داخل ہوں گے" باب ریان" کے معنی ہیں "دروازہ پانی سے سیراب ہونے والا" دروازہ کا نام لینے سے روئیں میں جان آ گئی، یہ دروازہ کا نام ہے، جو روزہ داروں کے لئے بہت مناسب ہے۔

یہ فضیلت نہایت مزہ دار ہے کیونکہ پیاسے کو پانی کا نام سننے سے مزہ آتا ہے، اسی واسطے نام بھی وہ لیا گیا جس کے سننے سے فرحت ہو وہ کیا؟ "باب الریان" یعنی تر وتازہ جو پانی سے سیراب ہوا اور روزہ دار کو جیسے پانی سے فرحت ہوتی ہے اور کسی چیز سے کم ہوتی ہے اور پانی جیسا محبوب ہے دوسری چیز نہیں اور قاعدہ ہے کہ محبوب کا نام لینے سے بھی مزہ آتا ہے (مثلث رمضان)

ایک اشکال اور اس کا جواب

ایک سوال حدیثِ ریّان کے متعلق اور ہے وہ یہ کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جس شخص کا عمل جس دروازے کے مناسب ہوگا، اسی دروازے سے پکارا جائے گا، مثلاً کسی نے نماز زیادہ پڑھی ہوگی تو وہ باب الصلوۃ سے بلایا جائے گا، اور جس نے روزے زیادہ رکھے ہوں گے تو وہ "باب الریان" سے بلایا جائے گا، اب

---

[1] اجر الصیام من غیر انصرام ملحقہ التبلیغ ص ۱۲۰ ج ۱۹

فرض کیجئے کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ جس نے ہر قسم کے عمل بکثرت کیے ہوں گے تو وہ اس کا مستحق ہوگا کہ وہ شخص ہر دروازے سے بلایا جائے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کوئی شخص ایسا بھی ہوگا کہ سب دروازوں سے بلایا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَرْجُوا أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ کہ مجھ کو امید ہے کہ ان لوگوں میں تم ہوگے، اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ایک شخص مختلف دروازوں کی طرف کھینچا کھینچا پھرے، نیز مختلف دروازوں سے داخل ہونے کی صورت کیا ہے؟ کیوں کہ ایک شخص ایک ہی دروازے سے داخل ہوسکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت کے طبقات الگ الگ نہ ہوں گے اس پر یہ اعتراض پڑتا ہی نہیں، مثلاً فرض کیجئے کہ باب الصلوۃ پہلا دروازہ ہے اور کسی نے نمازیں زیادہ پڑھی ہیں وہ اس دروازے سے بلایا گیا اور داخل ہوکر جنت میں پہنچ گیا اور وہیں رہ گیا، اب ایک وہ شخص ہے جس نے نماز روزے بکثرت کئے تو وہ باب الصلوۃ سے گذر کر دوسرے دروازے ''باب الریان'' میں گیا اور جنت میں داخل ہوکر وہیں رہ پڑا، اب ایک شخص وہ ہے کہ اس نے ہر قسم کے اعمال بکثرت کئے ہیں تو وہ باب الصلوۃ میں پہلے داخل ہوا پھر ''باب الریّان'' میں پہنچا پھر تمام دروازوں کو طے کرتا ہوا اعلی جنت میں پہنچ گیا، ہاں اگر جنت کے طبقات الگ الگ ہوتے تو اعتراض بظاہر لازم آتا، گو اس میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بلایا جائے سب دروازوں سے اور داخل ہو ایک ہی سے، اس طور سے بلانے میں اس کا اکرام زیادہ ہے لیکن مذکورہ تفصیل کے بعد تو کوئی اعتراض ہی نہیں ہوتا، باقی یہ امور کشفیہ ہیں جو مظنونات کے درجہ میں ہیں، کوئی شرعی دلیل ان پر نہیں اور نہ ان کی تکذیب پر کوئی نص ہے اگر چاہو تو اپنے دل کو سمجھا لو۔

---

[1] مثلث رمضان التبلیغ ص ۱۳۹ ج ۸

باب۴

روزہ اور مجاہدہ

مجاہدہ ہر مذہب میں پسندیدہ ہے

مجاہدہ ایسی شئی ہے کہ اس کی پسندیدگی تمام اہل مذاہب کے اندر مسلم ہے بلکہ دہریہ بھی کسی قدر مجاہدہ ضرور کرتا ہے، اس کے بغیر اس کو بھی چارہ نہیں اگر چہ اس کا مقصود دنیا ہو، مثلاً اس کو کسی پر غصہ آیا اور وہ جانتا ہے کہ اگر میں اپنے غصہ کو جاری کردوں گا تو خود مجھ کو یہ شخص نقصان پہنچائے گا تو ایسے موقع پر وہ ضبط سے کام لے گا اور نفس کو روکے گا۔

غرض مجاہدہ کی ہر قوم اور ہر اہل مذہب بلکہ ہر شخص کو ضرورت ہے اور دین میں تو ضرورت ہے ہی دنیا میں بھی ضرورت ہے۔

حکماء اشراقیین نے بھی اخلاق رذیلہ سے تزکیہ کیا ہے، لیکن انہوں نے اس کے لئے ایسے سخت مجاہدے کئے ہیں کہ ہر زمانہ میں انسان اس کا تحمل نہیں کرسکتا، ترکِ لذات کے خاص خاص طریقے مقرر کئے اور ان کی عادت ڈال کر نفس کو مہذب بنایا اور یہاں تک اس میں کمال پیدا کیا کہ آدمی کی تصویر دیکھ کر بتلا دیا کرتے تھے کہ اس کی عادتیں اور اخلاق کیسے ہو سکتے ہیں۔(التہذیب ص:۵۳۳)

شریعت کے تجویز کردہ مجاہدات

شریعت مقدسہ نے جو مجاہدات ہم کو تعلیم کئے ہیں ان کے جو امتیازات اور ان کی جو خصوصیات وفوائد ہیں وہ کسی قوم اور کسی حکیم وفلسفی کے مجاہدہ میں نہیں ہیں، اہل مجاہدہ کی نظر جہاں تک نہ پہنچ سکتی تھی شریعت مقدسہ نے وہاں تک کی رعایت کی ہے[1]۔

مجاہدہ کرنے والا سب کا محبوب ہوتا ہے

مجاہدہ تو وہ شئی ہے کہ ہر سلیم المزاج اس کی طرف راغب ہوتا ہے بلکہ جو مجاہدہ نہیں کرتے ہیں وہ بھی اس کو پسند کرتے ہیں، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ تمام فساق وفجار خود تو مجاہدہ سے بچتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی مجاہدہ والوں کو محبوب رکھتے ہیں، جس شخص کو وہ دیکھتے ہیں کہ زاہد ہے، تارک ہے، طبعی طور پر ان کو بھی اس کی طرف میلان ہوتا ہے، دنیادار کیسا ہی دنیادار ہو، جب وہ لڑے گا تو دنیادار ہی سے لڑے گا، تارک دنیا سے نہ لڑے گا، اور ترک دنیا (اور مجاہدہ) ایسی محبوب شی ہے کہ اس کی محبوبیت پر سب کا اتفاق ہے اسی واسطے اس کا تھوڑا بہت رواج ہر قوم میں ہے، عیسائی، ہندو جو اسلام کے منکر ہیں وہ بھی اس کو ضروری جانتے ہیں چنانچہ تہذیب اخلاق میں ان کی کتابیں موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ تہذیبِ اخلاق نفس کشی (اور مجاہدہ) کے بغیر نہیں ہوسکتی کیوں کہ نفس کے موافق عمل کرنے سے بھی تو بہت سی بد اخلاقیاں صادر ہوتی ہیں مثلا ایک شخص ہے اس کا جی چاہا کہ فلاں عورت کے پاس جائے تو اگر وہ نفس کو نہیں روکے گا اور نفس کے خلاف نہ کرے گا تو یہ فعل اس سے صادر ہوجائے گا جو کہ مذہب والوں کے نزدیک مذموم اور ممنوع ہے۔

[1] التہذیب ص۵۳۳

(گذشتہ قوموں میں) مجاہدہ ہونے کی ایک حکایت یاد آئی ایک حکیم شخص نے دوسرے یونانی حکیم کی تصویر دیکھ کر یہ کہا تھا، کہ علم قیافہ کی رو سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ شخص زانی ہے لوگوں نے کہا کہ یہ تو فلاں حکیم کی تصویر ہے، اس کو ندامت ہوئی مگر اس نے کہا کہ کسی کی ہو ضرور اس شخص کے اندر یہ عیب ہے، لوگوں نے جا کر اس حکیم سے کہا کہ ایک شخص تمہارے متعلق ایسا کہتا ہے سچے لوگ تھے اس نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہے میرے اندر اس خبیث فعل کا مادہ ہے (یعنی تقاضا ہوتا ہے) لیکن میں مجاہدہ کرتا ہوں اور نفس کو مغلوب کرتا ہوں، اس لئے عمر بھر میں یہ فعل کبھی مجھ سے صادر نہیں ہوا، تو باوجود ایمان نہ لانے کے ان لوگوں نے نفس کی اتنی بڑی مخالفت کی کہ عمر بھر بھی صادر نہ ہونے دیا۔[1]

روزہ کی روح مجاہدہ نفس ہے

روزہ کا مقصود اور روح مجاہدہ ہے جس کا مصداق معاصی کا ترک (یعنی تمام قسم کے گناہوں کا چھوڑنا ہے) اسی کو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے روزہ میں جھوٹ نہ چھوڑا، بری اور بیہودہ باتیں نہ چھوڑیں خدا کو اس کے روزہ کی کچھ حاجت نہیں مطلب یہ ہے کہ روزہ کا جو مقصود تھا یعنی گناہوں کو چھوڑنا جب وہ اس سے نہ ہوا تو پھر روزہ کس کام کا ہوا، یہی مجاہدہ ہے جس کے حق تعالی نے فضائل بیان فرمائے ہیں، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے رستے ضرور دکھائیں گے۔

اور اسی کا حکم بھی فرمایا ہے وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اس کی حقیقت بھی بیان فرمائی ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى یعنی نفس کو حرام خواہش سے روکا۔

---

[1] التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص:۵۳۲

اگر یہ کہو کہ ان آیات میں مجاہدہ سے مراد مجاہدہ مع الکفار ہے تو جناب حدیث شریف میں آیا ہے اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَه یعنی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے ہم نے باہر کے دشمن کو مار دیا اور اندر کے دشمن کی بالکل پرواہ ہی نہیں حقیقت میں نفس سے معاصی کو روکنا اور اس میں اس کی مخالفت کرنا ذرا سخت کام ہے۔

بہرحال روزہ کی روح مجاہدہ ہے (اسکے حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے) [1]

روزہ اصلاح نفس کا ذریعہ ہے

بہت سے لوگوں کے یہاں گویا رمضان آتا ہی نہیں اور ساری خرابی کا منشاء یہ ہے کہ رمضان کے اسرار اور اس کی روح کا علم نہیں اس لئے ضروری ہے کہ تزکیہ کے متعلق مضمون بیان کیا جائے جس سے رمضان کے روزہ کی حکمتیں بھی معلوم ہو جائیں۔

پس جاننا چاہئے کہ تمام گناہوں اور خرابیوں کی جڑ دو چیزیں ہیں اول لذت جس کو شہوت بھی کہہ سکتے ہیں دوسرے تکبر جس کو غضب سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں یہ دونوں تمام مفاسد کی جڑ ہیں، پس ان دونوں سے نفس کا تزکیہ اور تعدیل ضروری ہے شریعت نے بھی ان ہی دو مرضوں سے تزکیہ کیا ہے اور تمام احکام ان ہی کے متعلق ہیں، اور سبحان اللہ ایسی خوبی سے علاج فرمایا ہے کہ ان احکام میں کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو ہمارے طبعی مذاق اور فطری جذبات سے دور ہو تمام احکام ایسے ہیں جسے ہماری طبیعت قبول کرتی ہے، حکماء اشراقیین اور دوسرے مذاہب کے لوگوں نے بھی اخلاق رذیلہ سے تزکیہ کیا ہے لیکن انھوں نے اس کے لئے سخت مجاہدے کئے ہیں کہ ہر زمانہ میں انسان اس کا تحمل نہیں کر سکتا، ترک لذات کے خاص خاص طریقے مقرر کئے ہیں۔

[1] روح الصیام ملحقہ برکات رمضان ص ۱۷۱

دوسری چیز جس سے تزکیہ کی ضرورت ہے تکبر تھی اس کے لئے حکماء (اور دوسرے مذہب والے) اسباب ذلت اختیار کرتے ہیں اور اس کی مدد کے واسطے خلوت (گوشہ نشینی) اختیار کرتے ہیں اور اصل مقصود ان کا صرف نفس کو مہذب بنانا ہے۔

شریعت نے بھی ان ہی دو خصلتوں (یعنی شہوت اور غضب) کی تعدیل کی ہے اور اس کے لئے حکماء (جوگیوں، پادریوں) کے طریقوں سے زیادہ آسان اور نفع میں کامل طریقے تجویز کئے ہیں چنانچہ ترک لذات کے لئے تو روزہ مقرر فرمایا جس کی حقیقت کھانا پینا اور جماع کو چھوڑنا ہے اس لئے کہ امہات لذات (یعنی سب سے زیادہ لذت والی) یہی تین چیزیں ہیں۔[1]

حق تعالیٰ کی رحمت

سبحان اللہ! حق تعالیٰ کی کیا رحمت ہے کہ روزہ کو عبادت بنا دیا اور اس پر انعام بھی تجویز فرما دیا دوا تو ہم کو ہمارے امراض کے ازالہ کے لئے دی جائے اور اس پر انعام بھی تجویز فرمایا۔ پس جب اسباب لذت کو تیس دن انسان چھوڑے گا تو نفس کی سرکشی ضرور کم ہوگی اور نافرمانی کا مادہ مغلوب ہو جائے گا۔ اور حق تعالیٰ کی کیا رحمت ہے کہ مجاہدہ کے لئے ہماری عمر کا صرف بارھواں حصہ مقرر فرمایا ہے (یعنی بارہ مہینہ میں صرف ایک ماہ) حکماء تو برسوں ترک لذات سے مجاہدہ کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ کمزور جسم کے ہو جاتے تھے اور ان کی نسل ختم ہو جاتی تھی۔

پھر اس میں خوبی یہ رکھی کہ ایک ماہ کا روزہ وہ بھی ایک ہی موسم میں متعین نہیں رکھا، کبھی جاڑوں میں آتا ہے اور کبھی گرمیوں میں تاکہ نرمی اور گرمی سے سب طرح مصالح کی رعایت ہو جائے، ایسا سہل اور لطیف مجاہدہ اور نفع میں ان کے مجاہدات سے

---

[1] التہذیب اص ۵۲۱

کہیں زیادہ کہ سب کام کرتے رہو اور مجاہدہ بھی ہوتا ہے۔ صاحب وحی کے سوا اور کسی کی عقل یہاں تک نہیں پہونچ سکتی تھی۔

روزہ دن میں ہونے کی حکمت

ایک اور عجیب وغریب رعایت یہ رکھی گئی ہے کہ روزہ دن کو مقرر فرمایا تا کہ مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہو، اس لئے کہ مجاہدہ کہتے ہیں ترک عادات کو اور کھانے پینے کی عادت اکثر دن کو ہوتی ہے اگر یہ مجاہدہ رات کو ہوتا تو خبر بھی نہ ہوتی، نہ کچھ نفس پر شاق گذرتا، اور اگر حکماء جوگیوں کی طرح دن رات کا روزہ ہوتا تو ضعیف ہو کر بالکل بیمار ہوجاتے اور قویٰ (اعضاء) بیکار ہوجاتے اور شریعت کا مقصود قویٰ شہویہ (یعنی شہوانی ونفسانی قوتوں) کا ازالہ کرنا نہیں بلکہ ان کی تعدیل ہے (یعنی حد پر رہے)

نیز رات کو کھانے پینے کی اجازت دینے میں ایک اور دقیق رعایت ہے وہ یہ کہ اس صورت میں مجاہدہ اور مشقت بھی زیادہ ہے کیوں کہ بعض لذتوں کے اک دم سے چھوڑ دینے میں نفس اسی کا خوگر ہوجاتا ہے بخلاف موجودہ حالت کے کہ اس میں رات کو لذت حاصل کرنے (کھانے پینے) کی اس کو لذت یاد رہتی ہے، اور پھر (دن میں) ترک کرایا جاتا ہے، یہ نفس پر زیادہ بھاری ہے۔

یہ وہ مجاہدہ ہے کہ جو حکماء جوگیوں کے باپ کو بھی نہیں سوجھا، حکماء نے جو کچھ تجویز کیا تھا وہ بالکل ناقص تھا شریعت نے اس کی تکمیل فرمائی ہے۔

مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ حکماء اور جوگیوں کے مجاہدات اور تزکیہ کو ذکر کرتا اس لئے کہ شریعت کے مقابلہ میں ان کے خیالات کا تذکرہ ایسا ہی ہے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ کا بلکہ اس سے بھی بدرجہا کم لیکن ان کے تذکرہ کی وجہ یہ ہوئی کہ آج کل عقل پرست مخلوق بہت پیدا ہوئی ہے اس لئے میں دکھلاتا ہوں کہ روزہ وہ شی ہے

جس کی ضرورت کو دوسری قوموں اور دوسرے اہل مذاہب نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔

جب آپ حضرات نے روزہ کے مصالح اور اس کی حکمتوں کو سمجھ لیا تو اب اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے جو لوگ روزہ نہیں رکھتے ان کو رکھنا چاہئے۔[1]

مجاہدہ کی تفصیل

مجاہدہ اصل میں چار چیزوں کا نام ہے کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، لوگوں سے کم میل جول رکھنا، مگر اب پہلی دو حذف ہوگئیں اور اخیر کی دو رہ گئیں ایک کم بولنا، دوسرے لوگوں سے کم ملنا، آج کل لوگوں کی حالت یہ ہے کہ بیٹھکوں اور چوپالوں (نیز ہوٹلوں) مین بیٹھ کر ادھر ادھر کی گپیں ہانکا کرتے ہیں کہیں اخبار پڑھتے ہیں کہیں شطرنج کھیلتے ہیں، کہیں تاش کھیلتے ہیں اور کہیں ہارمونیم بجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روزہ بہلاتے ہیں، تمہیں روزہ بہلانے کی کیا ضرورت ہے یہ تو خود بہلانے والی چیز ہے اسے بہلانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ایسا ہی بہلانا ہے تو بہلانے کی ایک دوسری چیز ہے یعنی خدا کا ذکر کرو، قرآن پڑھو، نماز پڑھو غرض اس طرح لوگ اپنے اوقات ضائع کرتے ہیں افسوس ! یہ لوگ اپنے فارغ اوقات کی قدر نہیں کرتے۔ غرض اس زمانہ کے کے مناسب مجاہدہ صرف یہی ہے کہ کم بولو اور کم ملو، کم سونے اور کم کھانے کا مجاہدہ اب نہیں ہے پہلے زمانہ کے لوگ بڑے قوی ہوتے تھے اور اب تو ضعف (کمزوری) کی حالت میں کم کھانا کم پینا محض نفس کو مارنا ہے، ہمارے بعض دوستوں نے اپنی رائے سے کم کھانا شروع کیا تھا جب اس کا نقصان دیکھا تو توبہ کی تو مجاہدہ کی یہ قسم چھوڑ دو، ہاں کم ملنے کم بولنے کی عادت اختیار کرو، اگر کوئی شخص صرف اتنا کرے اور معاصی بھی ترک کر دے تو انشاء اللہ نسبت باطنی حاصل ہو جائے گی چاہے ذکر وغیرہ بہت ہی کم کرے۔

---

[1] التہذیب اص ۵۲۲ ملحقہ فضائل صوم د

زیادہ بولنے سے بڑی بڑی خرابیاں بھی ہوجاتی ہیں کہیں زبان سے کسی کی حکایت نکلتی ہے کسی کی شکایت نکلتی ہے، کسی کی غیبت ہوجاتی ہے کتنی ہی اچھی باتیں ہوں اگر غیر ضروری ہوں تو اس سے بھی قلب میں کدورت پیدا ہوگی حتیٰ کہ وعظ میں بھی اگر غیر ضروری مضامین ہوں تو اس کا بھی یہی اثر ہوگا، لوگوں سے کم ملنا اختیار کرو تو کم بولنے کی عادت خود بخود حاصل ہوجائے گی۔

اور کھانے اور سونے کی خوب اجازت ہے بلکہ اس میں نفس کی مخالفت حرام ہے نفس کو اتنا کھلانا ضروری ہے کہ ضعف لاحق نہ ہو اور اتنا سلانا ضروری ہے کہ کسل (یعنی سستی) نہ ہو، میں اپنے دوستوں کو بتلایا کرتا ہوں کہ آٹھ گھنٹہ سویا کرو اگر اتنا نہ سوؤ تو کم از کم چھ گھنٹہ تو ضرور سویا کرو ورنہ اس سے کم سونے میں دماغ میں خشکی پیدا ہو جائے گی، پھر جتنا کام کر لیتے تھے اس سے بھی ہاتھ دھولو گے۔

اسی طرح کھانے کے متعلق ہے کہ کھانا کم نہ کھاؤ پیٹ بھر کھاؤ لیکن جی بھر کے یعنی نیت بھر نہ کھاؤ کیوں کہ اس کا مرتبہ تو پیٹ بھرنے کے بہت بعد ہے، ایک ہے پیٹ بھرنا اور ایک ہے نیت بھرنا تو (پیٹ تو بھرو لیکن) نیت نہ بھرو اس سے کچھ فائدہ نہیں (بلکہ نقصان ہے) کھانا ہضم نہیں ہوتا، دوسرے وقت بھوک نہیں لگتی، طبیعت میں گرانی رہتی ہے، غذا بدن کا جزء نہیں بنتی بعض لوگ اس قدر کھا لیتے ہیں کہ پیٹ میں سانس لینے کی بھی جگہ نہیں رہتی، نہ تو خوب تن کر کھانا چاہئے، نہ بھوکا رہنا چاہئے کیوں کہ آج کل کے قویٰ بہت ضعیف ہیں اور کسی قدر لذات میں بھی کمی کرو۔

خلاصہ یہ کہ رمضان میں معاصی کم کردو خلوت (تنہائی) اختیار کرو، لوگوں سے کم ملو، اور کم بولو، اور رمضان کے بعد بھی یہ مجاہدہ کرتے رہو صرف رمضان ہی پر اکتفا نہ کرو۔[1]

---

[1] (روح الصیام ص ۱۶۷-۱۷۳)

باب ۵

روزہ کی آسانی

روزہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے نہایت آسان ہے کیوں کہ روزہ عدمی عبادت ہے (جس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا) دوسری عبادات نماز، زکوٰۃ، حج، ذکر وغیرہ وجودی اور فعلی ہیں، ان میں کچھ کام کرنا پڑتا ہے حج میں تو بہت سے ارکان ادا کرنے پڑتے ہیں اور مردوں کو تو مسجد میں جانا پڑتا ہے ورنہ نماز ناقص ہوگی۔

غرض اور عبادتوں میں تو کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے اور روزہ میں کچھ نہیں کرنا پڑتا صرف بعض اشیاء کا یعنی کھانے پینے اور جماع کا ترک کرنا ہوتا ہے روزہ کی نیت کی شرط کے ساتھ، اگر کوئی روزہ کی نیت نہ کرے تو دن بھر فاقہ کرنے اور پیاسا مرنے سے اس کا روزہ نہ ہوگا کیوں کہ روزہ کی صحت کے واسطے نیت شرط ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ روزہ عدمی ہے (جس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا) تو اب دیکھنا چاہئے کہ اعمال وجودیہ (یعنی جن میں کچھ کرنا پڑتا ہے) وہ دشوار ہوتے ہیں یا اعمال عدمیہ میں دشواری ہے (جس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا) اس میں عقل کا فیصلہ تو یہی ہے کہ اعمال وجودیہ دشوار ہیں اعمال عدمیہ میں کیا دشواری۔

اس پر شاید کسی کو شبہ ہو کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے کیوں کہ روزہ میں تو لوگ رورو دیتے ہیں اور بڑی مصیبت معلوم ہوتی ہے اور نماز میں کیا دشواری؟

اس بات کا جواب یہ ہے کہ دشواری ایک عارض کی وجہ سے ہے گرمیوں کا دن چونکہ بہت بڑا ہوتا ہے جس کی وجہ سے روزہ میں امتداد ہوجاتا ہے اگر کہیں نماز بھی ممتد (یعنی لمبی) ہوجائے جس کو آپ آسان کہتے ہیں تو پھر نانی یاد آجائے، چودہ گھنٹے تک تو

کوئی کیا نماز پڑھے گا اگر کہیں تراویح میں ایک گھنٹہ سے زیادہ دیر ہوجاتی ہے تو لوگ گھبرا جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نماز میں سہولت اسی حد تک ہے جب تک کہ امتداد نہ ہو (یعنی زیادہ لمبی نہ ہو) ورنہ امتداد کے ساتھ تو وہ روزہ سے بھی زیادہ سخت ہے کیوں کہ روزہ میں وہ پابندیاں نہیں جو نماز میں پابندیاں ہیں، روزہ اپنی ذات کے اعتبار سے آسان ہی ہے البتہ دن بڑا ہونے سے (بعض موسم میں) دشوار ہوجاتا ہے۔

اور دن لمبا ہونے کی وجہ سے جو بعض لوگوں کو روزہ لگتا ہے تو اس کے بارے میں بھی تجربہ یہ ہے کہ تذکرہ کرنے سے روزہ زیادہ لگتا ہے کہ آج تو بہت گرمی ہے، آج پیاس زیادہ لگ رہی ہے، آج کا روزہ بہت سخت ہے اور اگر اس بات کو ذہن میں بھلا دیا جائے کہ آج ہمارا روزہ ہے اور اس کا تذکرہ بھی نہ کیا جائے اور کسی ایسے کام میں لگ جائے جس میں مشغولی زیادہ ہو تو پھر دن بڑا ہونے کے باوجود روزہ زیادہ نہیں لگتا واقعی اگر کسی کام میں لگ جائے تو کھانے پینے کی کیا بھوک کی بھی خبر نہیں ہوتی تجربہ کر کے دیکھ لیا جائے۔

الغرض روزہ کی حقیقت میں کوئی ایسی بات داخل نہیں جو موجب مشقت ہو، کیوں کہ روزہ میں کوئی عمل تلاوتِ قرآن، یا ذکر وغیرہ ضروری نہیں اگر کوئی دن بھر سوتا رہے تو بھی روزہ ہوجائے گا البتہ اس طرح سونا حرام ہے جس سے نماز فوت ہوجائے اور نماز کے وقت بیدار ہونے کی امید نہ ہو، اور اگر کسی نے ایسا کیا بھی تب بھی نماز فوت کرنے کا گناہ ضرور ہوگا مگر روزہ پھر بھی صحیح ہے، تو روزہ خود آسان ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئی عمل نہیں کرنا پڑتا۔

روزہ میں طبعی جذبات کی بھی رعایت ہے کیوں کہ جس طرح کھانے کا ہم کو تقاضا ہوتا ہے ایسے ہی بعض دفعہ نہ کھانے کا بھی تقاضا ہوتا ہے انسان سال بھر کھاتے کھاتے تھک جاتا ہے تو طبیعت خود تقاضا کرتی ہے کہ کچھ دنوں کے لئے چھوڑ دیا جائے۔[1]

[1] (عصم الصنوف ص ۴۲۷۔۴۳۷ ملتقطا)

روزہ واقعی بہت آسان ہے

روزہ واقعی سہل ہے اور حق تعالیٰ نے بھی اس کی آسانی کا اہتمام فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ.

ترجمہ: تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔

اس عنوان میں روزہ کی آسانی کا پورا اہتمام ہے کہ روزہ کا حکم سن کر مرے کیوں جاتے ہو؟ یہ کوئی تمہارے ہی واسطے مشروع نہیں ہوا، بلکہ تم سے پہلوں پر بھی فرض تھا۔

(روزہ کا آسان ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ) حضور ﷺ معراج سے واپسی پر جب پچاس نمازوں کا حکم لے کر واپس ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ آپ نے فرمایا پچاس نمازیں فرض فرمائیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد آپ کی امت ضعیف ہے میں نے بنی اسرائیل کا تجربہ کیا ہے جو آپ کی امت سے زیادہ قوی تھے وہ اس سے بھی زیادہ آسان احکام کو نہ نباہ سکے آپ حق تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کیجئے حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے نمازوں میں تخفیف کی درخواست کی یہاں تک کہ اخیر میں پانچ نمازیں رہ گئیں۔

اب یہاں ایک بات سمجھئے وہ یہ کہ رسول ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے نمازوں میں تو تخفیف کی درخواست کی، اور اس وقت آپ کو معلوم ہو گیا کہ میری امت پہلے لوگوں سے زیادہ کمزور ہے اس لئے آپ نے پچاس سے تخفیف کی درخواست کر کے پانچ کرالیں لیکن روزے کا عدد تیس سے تین نہیں کرایا۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ سال بھر میں ایک مہینہ کا روزہ کبھی بھی دشوار نہیں ورنہ

ایک تجربہ ہوجانے کے بعد حضور ﷺ یہاں بھی تخفیف (یعنی کمی) کی ضرور درخواست کراتے اور تیس دن کے تین دن کرالیتے اور اگر عدد کم نہ کراتے تو کم از کم کیفیت ہی میں تخفیف کرالیتے ۔ (مثلاً یہ کہ روزہ میں پانی پینے کی اجازت ہوتی) حضور ﷺ کا تخفیف نہ کرانا باوجودیکہ نماز میں آپ نے بہت تخفیف کرائی ہے یہ اس بات کی مستقل دلیل ہے کہ صبح سے شام تک روزہ رکھنا اور سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے رکھنا کچھ بھی دشوار نہیں بلکہ آسان ہے بلکہ ابتداء اسلام میں سوجانے کے بعد سحری کھانا حرام تھا چاہے کوئی عشاء کے بعد ہی فوراً سوجائے بعد میں یہ حکم منسوخ کردیا گیا اور صبح صادق تک کھانے کی اجازت دی گئی تو روزہ میں یہ آسانیاں ہیں۔

اس کے بعد غور کیجئے کہ اگر کوئی محبوب یا حاکم اپنے مِحب اور محکوم کو کوئی آسان کام بتلائے تو اس کی تعمیل نہ کرنا سخت عتاب کا سبب ہوتا ہے کیوں کہ مشکل اور دشوار کام میں سستی ہونا تو ایک درجہ میں عذر بھی ہے لیکن آسان کام میں سستی کرنے کا کیا عذر؟

اس قاعدہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے روزے نہ رکھنا سخت عتاب اور جرم کا سبب ہے اسی لئے حضور ﷺ نے ایسے شخص پر بددعا فرمائی ہے۔[1]

رمضان کی برکت ہے کہ اس کے روزے بالکل آسان ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری آسانی چاہتے ہیں چنانچہ رمضان کے روزہ ہی کو دیکھئے بظاہر اس میں کچھ مشقت ہے لیکن حقیقت میں بہت آسان ہیں چنانچہ نفل روزہ کا اگر کبھی اتفاق ہوجاتا ہے تو اس

[1] عصم الصنوف ۴۷۰

میں بہت مشقت معلوم ہوتی ہے اور رمضان المبارک کی ایسی برکت ہے کہ اس میں کچھ بھی مشقت نہیں معلوم ہوتی۔

رمضان کی برکت اس قدر صاف اور کھلی ہوئی ہے کہ جس کو کچھ بھی احساس ہو، وہ بے تکلف اس کا ادراک کرسکتا ہے، شب برأت کے دن جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا وہ اس روزہ کا اور رمضان المبارک کے روزہ کا مقابلہ کرکے دیکھیں اُس روزہ میں بہت مشقت معلوم ہوئی تھی اور رمضان المبارک میں کچھ بھی نہیں ہے۔[1]

روزہ کب کھلتا ہے

روزہ ایسی چیز ہے کہ اگر گھبرائے نہیں جزع فزع اور بے صبری نہ کرے تو پھر نہ بھوک لگے نہ پیاس معلوم ہو، روزہ میں بھوک پیاس خود نہیں لگتی تم جزع فزع کر کے لگاتے ہو، تم دو روزہ رکھو ایک میں کہتے پھرو کہ ہائے بھوک، ہائے پیاس، پھر دیکھو کتنی سخت بھوک پیاس لگے گی کہ دن کا ٹنا دشوار ہو جائے گا اور دوسرے دن روزہ رکھ کر بالکل خاموش رہو، منہ سے کچھ نہ بولو، پھر دیکھو کیسی سہولت سے دن کٹ جائے گا، دونوں دنوں میں تم کو خود زمین و آسمان کا فرق خود نظر آئے گا اور جب تم ساری دنیا سر پر اٹھا لو گے تو بھوک نہ بھی لگتی ہوگی تو بھی لگے گی، بعض لوگ محض شیخی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ بڑے عالی ہمت ہیں جو اس قدر بھوک و پیاس کو برداشت کرتے ہیں جب شیخی کی وجہ سے تم نے بدفالی شروع کی تو پھر سچ مچ لگنے ہی لگتی ہے، بدفالی ایسی چیز ہے کہ ایک شخص کو مدینہ میں بخار آیا جناب رسول مقبول ﷺ عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا لَابَأسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ الله (یعنی کوئی حرج نہیں انشاء اللہ صحت ہو جائے گی) اس نے کہا نہیں بلکہ یہ تو تیز بخار ہے

[1] التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۵۵۷

قبرستان میں پہنچائے گا، آپ نے فرمایا بہتر ہے اب یوں ہی ہوگا چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ اسی میں اس کا انتقال ہو گیا، اسی طرح صبح سے جب تم نے غل مچانا شروع کر دیا کہ ہائے پیاس، ہائے بھوک تو پھر کیوں کر بھوک پیاس نہ لگے گی۔

خلاصہ یہ کہ تم روزہ میں سختی کا تذکرہ نہ کیا کرو اور کسی ایسے کام میں لگ جایا کرو جس میں زیادہ مشغولی ہوتا کہ روزہ کی طرف دھیان ہی نہ جائے اور اس قسم کی باتیں نہ کرو کہ آج گرمی بہت ہے، پیاس زیادہ ہے کیوں کہ تذکرہ سے مصیبت بڑھ جاتی ہے۔[1]

روزہ کی حالت میں گرمی کی شدت کی وجہ سے غسل کرنا

روزے میں ایسا کام جو بے صبری پر دلالت کرتا ہو، شریعت میں ناپسندیدہ ہے اسی وجہ سے امام صاحب فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں بار بار نہانا مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے مگر حقیقت میں دونوں میں کوئی تعارض نہیں ایک نہانا تو اس طرح ہوتا ہے کہ بے صبری سے پیدا ہوتا ہے (یعنی بے صبری کی وجہ سے نہاتا ہے) مثلاً گرمی اور پیاس کا صبر نہیں یا بے صبری سے تو پیدا نہیں مگر بے صبری پر دلالت کرتا ہے اس طرح کہ دیکھنے والے اس کے طرز اور اس کی ہیئت سے یہ سمجھتے ہیں کہ اسے گرمی کی برداشت نہیں، ایسا نہانا تو مکروہ ہے۔ کیوں کہ اس میں حق تعالیٰ کے فرض سے کراہیت (اور ناپسندیدگی) کو ظاہر کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو ایک عبادت فرض کی اور یہ ناک، بھوں چڑھاتے ہیں اس سے ثواب جاتا رہتا ہے، اس سے کیا فائدہ، کرنا تو پڑا ہی، غل مچا مچا کر اس کا ثواب کیوں کھوتے ہو، یہی حال ان لوگوں کا ہوتا ہے جو پریشان کن حالات میں گھبرایا کرتے ہیں اور پھر طرح طرح کی شکایتیں کرتے ہیں، دنیا کا نقصان تو ہوا ہی خواہ مخواہ شکایت کر کے دین کا بھی نقصان

[1] عصم الصنوف ص ۴۵۰

کیا خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ (دنیاوآخرت دونوں کا نقصان ہوا) جو چیز گئی وہ گئی پھر تو ملنے سے رہی پھر تم اپنا ثواب کیوں کھوتے ہو، کس قدر حماقت ہے کہ ایک نقصان تو ہوا ہی تھا دوسرا بھی کرلیا اگر راضی رہتے تو دوطرح سے اس کی تلافی ہوتی، ایک تو ثواب ملتا دوسرے پریشانی میں کمی ہوجاتی تو ایک نہانا تو روزہ میں اس طرح تھا۔

اور ایک نہانا اس طرح ہوتا ہے کہ بے صبری کی وجہ سے نہیں بلکہ نفس کو تھوڑی سی مدد دے دی تا کہ عبادت میں آسانی ہوجائے اور تا کہ طاعت میں اعانت (اور قوت) ہوجائے اس میں کوئی حرج نہیں یہ تعاونوا علی البر والتقویٰ (نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرو) میں داخل ہے۔

اور ابوداؤد شریف کی روایت کی یہی حقیقت ہے کہ حضور ﷺ روزہ میں کبھی کبھی غسل بھی فرماتے تھے اور یوں بھی آپ کا معمول تھا کہ آپ کو جب کبھی دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا، آپ آسانی کو اختیار فرماتے تھے۔

روزہ میں غسل بھی اسی آسانی کے واسطے اختیار فرمایا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول میں تعارض نہیں دونوں جدا جدا حالت پر محمول ہیں۔[1]

[1] روح الجوار ملحقہ برکات رمضان ص ۲۳۶، ۲۳۷ ص ۲۴۶

فصل

روزہ رکھنے میں کوتاہی

روزہ کے سلسلہ میں چند کوتاہیاں کی جاتی ہیں ایک یہ کہ بعض لوگ بلا کسی قوی یا ضعیف وجہ کے روزہ نہیں رکھتے، میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے عمر بھر کبھی روزہ نہیں رکھا تھا، پھر ان میں بعض تو کم ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے روزہ پورا نہ ہو سکے گا، کیسے افسوس کی بات ہے کہ رکھ کر بھی نہ دیکھا تھا اور پختہ یقین کر بیٹھا تھا کہ کبھی رکھ ہی نہ سکوں گا۔

یہ لوگ سوچ کر دیکھیں کہ اگر طبیب (ڈاکٹر) کہہ دے کہ آج دن بھر کچھ نہ کھاؤ کچھ نہ پیو، ورنہ فلاں مہلک مرض ہو جائے گا تو اس نے تو ایک ہی دن کے لئے کہا ہے یہ شخص دو دن نہ کھائے گا، اور یہ کہے گا کہ احتیاط اسی میں ہے، افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ دن دن کا کھانا پینا چھڑا دیں اور کھانے پینے سے مہلک عذاب کی وعید فرمائیں اور طبیب کے قول کے برابر بھی اس کی وقعت نہ ہو، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

میں نے ریلوے کے ایک ڈرائیور کو دیکھا ہے کہ ہر وقت انجن میں رہتا تھا اور سخت گرمی کا موسم تھا اور وہ روزے رکھتا تھا بہت سے کھیتی کاٹنے والے دیکھے گئے ہیں کہ جیٹھ بیساکھ کے دنوں میں دھوپ میں بیٹھ کر کھیتی کاٹتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔

تجربہ سے معلوم ہوا کہ قدرے عادت اور زیادہ ہمت یعنی پختہ ارادہ ان دونوں کے جمع ہونے سے مشکل سے مشکل کام بھی سہل ہو جاتا ہے اور ذوق و وجدان سے کام لیا جائے تو روزہ میں تسہیل و تائید خداوندی کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوتا ہے پھر اس کے باوجود بھی ہمت توڑ دینا اور بہانا ڈھونڈنا سخت محرومی ہے۔[1]

---

[1] اصلاح انقلاب ص ۱۲۶ اص ۱۲۸

بے حسی و بے شرمی

پھر کم ہمت لوگوں میں بھی دو فریق ہیں ایک مہذب جو روزہ نہ رکھنے کے باوجود علانیہ (کھلم کھلا) نہیں کھاتے پیتے بلکہ اس عیب کا اخفاء کرتے ہیں اور ظاہر ہونے سے شرماتے ہیں۔

دوسرے غیر مہذب جو ذرا بھی شرم نہیں کرتے علانیہ کھاتے پیتے ہیں اور روکنے پر کہتے ہیں کہ جب خدا کی چوری نہیں تو بندہ کی کیا چوری؟ حالانکہ یہ مضمون محض تلبیس ہے، (یعنی دھوکہ میں ڈالنا ہے) کیوں کہ خدا تعالیٰ سے تو کسی معصیت کا اخفا ہو ہی نہیں سکتا اور مخلوق سے اخفاء ہو سکتا ہے۔ دوسرے مخلوق سے معصیت کے اخفاء (یعنی ظاہر نہ کرنے) کا خود خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس کے خلاف کرنے سے وہ معصیت اور بھی سخت ہو جاتی ہے تو بلا وجہ اس میں کیوں مبتلا ہو۔[1]

روزہ نہ رکھنے والوں کی دنیا ہی میں ذلت و رسوائی

روزہ دار کو افطار کے وقت جو خوشی حاصل ہوتی ہے بے چارے روزہ نہ رکھنے والے اس سے بھی محروم ہیں اپنے نزدیک تو روزہ نہ رکھنے والوں نے راحت ولذت طلب کی تھی مگر راحت ولذت تو کیا ملتی بلکہ اگر تھوڑا سا ایمان بھی ہو تو اور الٹی تکلیف اور ذلت ہوتی ہے، ایسا شخص جس وقت کھانا کھائے گا ٹٹول لیں بے روزہ دار کو، اگر اس میں ایمان ہو، اور اگر کسی نے ایمان ہی کو دھکے دے دیئے ہوں تو اس کا ذکر ہی کیا لیکن اگر ایمان ہے تو اپنے دل کو ٹٹولے کہ جس وقت بلا شرعی عذر کے کھانا کھائے گا، ایسا معلوم ہوگا جیسے پاخانہ کھا رہا ہے اس قدر ذلت و شرمندگی ہوگی۔

---

[1] اصلاح انقلاب ص ۱۲۷

بلکہ شرعی عذر ہوتے ہوئے بھی روزے کے وقت کچھ کھانے میں اس قدر تنگی ہوتی ہے کہ مارے ذلت کے آنکھ نہیں اٹھتی بلکہ ایسا معذور شخص بھی چھپ کر کھانے کی کوشش کرتا ہے تو جناب جب عذر کے اندر یہ حالت ہوتی ہے تو جو بلا عذر روزہ کے وقت میں کھاتا پیتا ہے اس کی ذلت وشرمندگی کا تو کیا ٹھکانا ہے البتہ اگر کوئی بالکل بے حیا ہی بن جائے تو اور بات ہے کیوں کہ جب معصیت کی عادت ہو جاتی ہے تو پھر حیا بھی جاتی رہتی ہے۔

خدا کا خوف تو بڑی چیز ہے لوگوں کا بھی تو خوف نہیں جو لوگ نسب کے لحاظ عرف میں بالکل ادنیٰ درجہ کے ہیں (یعنی نیچی ذات کے سمجھے جاتے ہیں) وہ بھی تو ایسے شرفاء (عالی نسب) کو جو روزوں میں کھلم کھلا کھاتے پیتے ہیں بالکل رذیل (کمینہ) بلکہ جانور سمجھتے ہیں یہ لوگ اپنے دل میں اپنے آپ کو کتنا ہی شریف سمجھتے ہوں لیکن دوسرے لوگ انھیں ذلیل جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں یہ حالت تو میں نے ان کی بیان کی جو شرعی عذر کے بغیر روزہ نہیں رکھتے۔[1]

روزہ کی ضرورت میں کلام

بعض لوگ ان سے بھی بدتر بدعقیدہ ہیں کہ (ان کو) روزہ کی ضرورت ہی میں کلام ہے پھر بعض تو ان میں مہذب ہیں اور کہتے ہیں کہ روزہ جس غرض سے مشروع ہوا تھا کہ قوت بہیمیہ ٹوٹ جائے وہ غرض ہم کو علم وتہذیب کی بدولت حاصل ہوگئی اس لئے اب روزہ کی ضرورت نہیں۔

ان کا جواب یہ ہے کہ اول تو تم کو اس غرض کا حاصل ہونا مشاہدہ کے خلاف ہے، قوت بہیمیہ کے آثار فخر وتکبر تعلّی، ظلم، قساوت جس قدر تم میں ہیں دوسروں میں اس کا عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی نہیں۔

---

[1] شرائط الطاعت ملحقہ حقیقت عبادت ص ۵۳۵ ص ۵۳۸

دوسرے اگر غرض حاصل بھی ہوجائے تب بھی یہ مسلم نہیں کہ روزہ بس اسی غرض کے لئے مشروع ہے بلکہ خود اس کی صورت نوعیہ بھی مطلوب ہے۔

تحقیقی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سب اس پر مبنی ہے کہ احکام شرعیہ کو مقصود بالذات نہ کہا جائے مقصود بالغیر کہا جائے اور پھر وہ غیر بھی وہ ہوں جو تم دعویٰ کرتے ہو سو اس میں دو دعوے تمہاری طرف سے ہوئے جن کا ثابت کرنا تمہارے ذمہ ہے جس پر تم قیامت تک بھی قادر نہ ہو گے بلکہ یہ احکام (اسی صورت کے ساتھ) خود بھی مقصود بالذات ہیں۔

ایسا اعتقاد یقیناً الحاد و زندقہ ہے اور ایسا شخص ہر گز مسلمان نہیں اس کو تجدید ایمان ضروری ہے۔

اور بعض لوگ تہذیب سے بھی گذر کر گستاخی اور تمسخر کے کلمات کہتے ہیں مثلاً ''روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں اناج نہ ہو'' یا یہ کہ ''بھائی ہم سے بھوکا نہیں مراجاتا'' یا ایک تعلیم یافتہ صاحب کو علانیہ رمضان میں کھاتے ہوئے جو ایک دیندار نے ٹوکا کہ رمضان میں دن میں کھاتے ہو؟ تو وہ فرماتے ہیں کہ رمضان کیا چیز؟

اس دیندار نے کہا صاحب رمضان مہینہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ جنوری، فروری مارچ اخیر تک اس میں رمضان تو کہیں نہیں آیا، اور اس جیسے تمسخر کے الفاظ لوگ کہہ دیتے ہیں۔

سو یہ دونوں فریق روزہ کی فرضیت کا انکار کرنے کی وجہ سے زمرہ کفار میں داخل ہیں اور پہلے فریق کا قول محض ایمان شکن ہے اور دوسرے کا ایمان شکن بھی اور دل شکن بھی، اور فریق اول اس تاویل سے کفر سے بچ نہیں سکتا کیوں کہ یہ تاویل ضروریات دین میں سے ہے اور ایسی تاویل دافع کفر نہیں ہوتی۔[1]

---

[1] اصلاح انقلاب ص ۱۶۶ ص ۱۲۷ ص ۹۹

شرعی عذر کے بغیر روزہ نہ رکھنا یا رکھ کر توڑ دینا

بعض لوگ بلا عذر تو روزہ ترک نہیں کرتے مگر اس کی تمیز نہیں کرتے کہ یہ عذر قوی اور شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ ادنی بہانہ سے روزہ افطار کر دیتے ہیں خواہ شروع ہی سے نہیں رکھتے یا رکھ کر توڑ ڈالتے ہیں، ذرا پیاس لگی روزہ افطار کر دیا خواہ ایک ہی منزل (یعنی ۷۷ کیلومیٹر سے کم کا) سفر ہوا اور روزہ افطار کر دیا کچھ محنت اور مزدوری کا کام ہوا، اور روزہ افطار کر دیا۔

ایک طرح سے تو ایسے لوگ بلا عذر روزہ توڑنے والوں سے بھی زیادہ مذمت کے قابل ہیں کیوں کہ بلا عذر نہ رکھنے والے خود بھی اپنے کو صاحب عذر نہیں سمجھتے اور اپنے کو فعل قبیح کا مرتکب (یعنی اپنے کو گنہ گار) سمجھتے ہیں اور یہ لوگ اپنے کو معذور جان کر بے گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ شرعا وہ معذور نہیں اس لئے گنہ گار رہوں گے، ان لوگوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں پر نظر کریں جو سخت سے سخت حالت میں بھی روزہ نہیں چھوڑتے۔[۱]

خوامخواہ کا عذر پیدا کر لینا

اسی طرح بعض لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ عذر کی حد کو تو سمجھتے ہیں لیکن اپنے اختیار سے قصداً عذر پیدا کر لیتے ہیں مثلا شرعی سفر واقع میں عذر ہے مگر اس شخص کو در حقیقت سفر کی ضرورت نہ تھی صرف اس نیت سے بلا ضرورت سفر کیا ہے کہ روزہ نہ رکھنا پڑے، رہا قضا تو وہ چونکہ بعد میں رکھا جا سکتا ہے اس لئے اس کے لئے خاص فروری کا انتخاب کیا جاتا ہے (اس محرومی اور بدنصیبی کی بھی کوئی حد ہے)[۲]

---

[۱] اصلاح انقلاب ص ۱۲۷　[۲] اصلاح انقلاب ۱۲۸

عذر ختم ہو جانے کے بعد دن کے باقی حصہ میں روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری ہے

بعض لوگوں کا افطار تو شرعی عذر سے ہوتا ہے مگر ان سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ بعض اوقات اس عذر کے ختم ہونے کے وقت کسی قدر دن باقی ہوتا ہے اور شرعا بقیہ دن میں امساک یعنی کھانے پینے سے رکے رہنا واجب ہوتا ہے مگر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے مثلاً سفر شرعی سے ظہر کے وقت واپس آ گیا یا عورت حیض سے ظہر کے وقت پاک ہوگئی تو ان کو شام کے وقت تک نہ کھانا پینا چاہئے شرعی حکم یہی ہے۔ [۱]

شرعی گنجائش ہونے کے باوجود روزہ رکھنے میں غلو

بعض لوگ روزہ رکھنے میں افراط کرنے والے بھی پائے جاتے ہیں اور ظاہر میں یہ لوگ دین کے زیادہ قریب ہیں لیکن چونکہ شریعت میں افراط (غلو) بھی پسندیدہ نہیں، اس لئے ان کی حالت کو بھی دین کے موافق نہ کہا جائے گا مثلاً بعض سفر میں یا مرض میں جان کو آ جاتے ہیں، (یعنی سخت مجبوری اور عذر کی حالت ہوتی ہے) مگر دینداری جتلانے کی وجہ سے یا افطار پر (یعنی روزہ نہ رکھنے پر) روزہ رکھنے کو راجح سمجھنے کی وجہ سے افطار نہیں کرتے اور یہ سخت غلطی ہے، کیوں کہ روزہ کو مطلقاً افطار پر ترجیح نہیں ہے بلکہ ایسی سخت حالت میں حکم برعکس ہے ورنہ حدیث **لیس من البر الصیام فی السفر** کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں، کے کوئی معنی نہ ہوں گے اور یہ کتنی بڑی غلطی ہے کہ شریعت نے جس کو راجح قرار دیا، یہ شخص اس کو مرجوح

---

[۱] اصلاح انقلاب ص ص ۱۲۹

سمجھتا ہے، اور جس کو مرجوح قرار دیا ہے اس کو راجح سمجھتا ہے، اور رخصت شرعیہ میں اس کا دل تنگ ہے تو گویا اس کو ناقص سمجھتا ہے اور شریعت کی طرف نقص کی نسبت کرنا کتنا برا عقیدہ ہے۔[1]

دودھ پلانے والی عورتوں کو روزہ رکھنا جنکو دودھ پلانے سے نقصان پہنچتا ہو

یہ ہی حکم ان عورتوں کا ہے کہ اس بات کا یقین ہونے کے باوجود کہ روزہ رکھنے سے دودھ پینے والے بچہ کو نقصان ہوگا اپنی ہٹ دھرمی اور ہکڑی (ضد) سے باز نہیں آتیں بلکہ ان کی حالت پہلے شخص سے بھی زیادہ منکر (خطرناک) ہے کیوں کہ اس نے تو صرف اپنا ہی نقصان کیا تھا اور اس نے ایک بے گناہ بچہ کو بھی نقصان پہونچایا سو کسی کو نقصان پہنچانا پھر وہ بھی بچہ کو یہ حقوق العباد کی فرد ہے بچہ کی حق تلفی اور ظلم ہے۔[2]

بچوں کو روزہ رکھانے کے متعلق عام کوتاہی

بعض لوگ خود تو روزہ رکھتے ہیں لیکن بچوں سے ان کے روزہ رکھنے کے قابل ہونے کے باوجود ان سے روزہ رکھانے کی پرواہ نہیں کرتے، اور بعض لوگ ان کے نابالغ ہونے کو دلیل سمجھتے ہیں۔

لیکن خوب سمجھ لیا جائے کہ نابالغ ہونے سے بچوں پر واجب نہ ہونا تو لازم آتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بچوں کے اولیاء پر بھی ان سے روزہ رکھوانا واجب نہ ہو، جس طرح نماز کے لئے بالغ نہ ہونے کے باوجود ان کو نماز کی تاکید کرنا

---

[1] اصلاح انقلاب ص ۱۳۱ [2] اصلاح انقلاب ص ۱۳۱

بلکہ مارنا ضروری ہے اسی طرح روزے کے لئے بھی حکم ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ نماز میں سات برس عمر کی قید ضروری ہے اور روزہ میں قوت برداشت پر مدار ہے یعنی جب روزہ کی تکلیف برداشت کرنے کی قابلیت اور طاقت آجائے تو روزہ رکھوانا واجب ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اک دم سے کسی کام کا پابند ہونا دشوار ہوتا ہے، اگر بالغ ہونے کے بعد ہی تمام احکام شروع ہوں تو اس پر اک دم سے بار پڑ جائے گا اس لئے شریعت نے پہلے ہی سے آہستہ آہستہ اعمال کا عادی بنانے کا قانون مقرر کیا تاکہ بالغ ہونے کے بعد دشواری نہ ہو۔

اس قانون کی تنفیذ کو (یعنی اس پر عمل کرانا) سرپرستوں پر لازم کیا گیا ہے اگر سرپرستوں پر یہ واجب نہ ہو تو اس قانون کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا۔[1]

بہت چھوٹے بچوں کو روزہ رکھانے میں ظلم وزیادتی

بعض لوگوں کو بہت چھوٹے، کم سمجھ، ناتواں بچے کو روزہ رکھانے کا شوق ہوتا ہے، کچھ تو خود اس روزہ رکھانے کا فخر ہوتا ہے اور کچھ روزہ کشائی میں حوصلہ نکالنے (یعنی بچہ کے افطار کی خوشی میں دعوت کرنے کا) ارمان ہوتا ہے اول تو اس کی بنیاد ہی فاسد ہے پھر اس میں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں (مثلاً ریاکاری شہرت وغیرہ) تو گناہ میں اضافہ ہوتا ہے۔[2]

عبرتناک واقعہ

مجھ کو ایک جگہ کا قصہ معلوم ہے کہ اسی طرح ایک بچہ کو روزہ رکھوایا اور اپنا نام اونچا کرنے کے لئے روزہ کشائی (روزہ کھولنے کی دعوت) کا بہت زیادہ اہتمام کیا، گرمی کے بڑے سخت دن تھے عصر کے وقت تک تو بچہ نے جوں توں کھینچا، پھر آخر

---

[1] اصلاح انقلاب ص ۱۳۰ [2] اصلاح انقلاب ص ۱۳۲

برداشت نہ ہوا اور صبر نے جواب دے دیا، ٹھنڈے پانی کے مٹکے بھرے رکھے تھے، برف گھولنے کا سامان (انتظام) ہو رہا تھا اس سارے سامان نے آگ بھڑکا دی بے چارہ بچہ ایک ایک سے پانی کے لئے خوشامد کرتا تھا لیکن اگر پانی دیتے تو دعوت کا سارا سامان بیکار جاتا اپنا سامان بچانے کئے بچہ کو جواب دے دیا۔

آخر بچہ سخت بے تاب ہوکر دوڑ کر ایک مٹکے میں جا کر لپٹ گیا اور محبوب سے (یعنی پانی کے مٹکے سے) ملتے ہی روح نے جسم کو چھوڑ دیا اس کی لاش زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ لو بھائی تمہارا سامان مبارک ہو، ہم اپنی جان تمہارے سامان پر فدا کرتے ہیں کس قدر حیرتناک ماجرا ہے یہ نتیجہ ہے غلو اور زیادتی کا کیا اس ہلاکت اور قتل کی نسبت ان ظالموں کی طرف نہ ہوگی۔[1]

---

[1] الاح انقلاب ص ۱۳۲

باب ۶

حالت سفر میں روزہ رکھنے کا شرعی حکم

ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک جگہ بہت سا مجمع ہے لوگ کسی چیز کو گھیرے ہوئے کھڑے ہیں حضور ﷺ نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے سفر کی حالت میں روزہ رکھا تھا وہ بے ہوش ہو گیا ہے لوگ جمع ہو رہے ہیں اور اس کی حالت دیکھ رہے ہیں اس وقت حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَ الْبِرِ الصِيَامُ فِي السَّفَرِ (بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۷۷)

یعنی سفر کی ایسی حالت میں روزہ رکھنا کہ انسان مرنے کے قریب پہنچ جائے اور ہلاکت کی نوبت آ جائے کوئی نیکی کا کام نہیں ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے اس ترجمہ سے حدیث کا صحیح مفہوم سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ سمجھ لیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا ہی نہ چاہئے حالانکہ یہ غلط ہے (جیسا کہ یہ بھی غلط ہے کہ بعض لوگ سفر میں بھی روزہ رکھنے کو ضروری سمجھتے ہیں) اس واسطے کہ صحابہ نے حضور ﷺ کے ساتھ اکثر سفر کیے ہیں اور وہ فرماتے ہیں۔

مِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ وَلاَ يَعِيْبُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ [۲]

ترجمہ: ہم میں سے بعض لوگ روزہ دار ہتے تھے اور بعض غیر روزہ دار لیکن کوئی ایک دوسرے پر ملامت نہ کرتا اور نہ کوئی کسی کو عیب لگا تا تھا، نہ روزہ رکھنے والے افطار کرنے والوں کی عیب گیری کرتے تھے اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں دونوں باتیں جائز ہیں، روزہ رکھنا بھی اور روزہ نہ رکھنا بھی۔[۱]

[۱] اشرائط الطاعت ملحقہ حقیقت عبادت ص ۵۲۷ [۲] مشکوٰۃ ص ۱۷۷

کتنی دور کے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

مگر یہاں بعض لوگ ایک غلطی کرتے ہیں اس پر تنبیہ کر دینا ضروری ہے وہ یہ کہ سفر میں بعض عوام سفر سے مطلق سفر سمجھتے ہیں یعنی کوئی بھی سفر ہو، یہاں تک کہ چار ، پانچ، آٹھ کوس کے سفر میں بھی روزہ نہ رکھنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

سو خوب سمجھ لیجئے کہ وہ سفر جس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے وہ سفر ہے جس کے اختیار کرنے سے احکام سفر متعلق ہوتے ہیں (فرض بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھی جاتی ہے) یعنی اس سے سفر شرعی مراد ہے، جس کی حد تین منزل ہے جس کی مقدار علماء نے یہاں کے کوسوں کے حساب سے ۳۶ کوس اور انگریزی میل کے حساب سے ۴۸ میل مقرر کر دی ہے۔ (جو آج کے حساب سے ۷۷ کیلومیٹر ہوتی ہے)

ہر چند کہ یہ تین منزل ہی شرعی مقدار تھی جس کی تحدید شریعت نے میلوں سے نہیں کی لیکن علماء نے جیسے حوض میں ایک تحدید دہ دردہ کی انتظام وسہولت ے لئے مقرر کر لی ہے اسی طرح یہ حد بھی احکام سفر کے انتظام اور سہولت کے لئے مقرر کر لی ہے ورنہ شریعت نے تو احکام سفر کا دارومدار تین منزل کو قرار دیا ہے مگر چونکہ عرف میں ایک منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے اس لئے علماء نے سفر شرعی کی مقدار ۳۶ کوس مقرر کر دی ہے تا کہ عوام میں پریشانی اور اختلاف نہ ہو، ورنہ اگر عوام کی رائے پر چھوڑ دیتے تو وہ صرف پانچ پانچ کوس کی منزل کر کے پندرہ کوس ہی کے اندر احکام سفر کو جاری کر لیتے اور کہہ دیتے کہ ہم تو صاحب پانچ کوس سے زیادہ نہیں چل سکتے لہذا ہمارے لئے یہی منزل ہے تو تحدید کے اندر انتظام کا یہ ایک نفع ہوتا ہے۔

بہر حال جو سفر ۳۶ کوس (یعنی ۷۷ کلومیٹر) کا ہو وہی سفر شرعی ہے اور اسی سفر میں روزہ کا نہ رکھنا جائز ہے اور اسی سفر میں نماز کا قصر بھی ہے (یعنی سنتوں کا پڑھنا

واجب نہیں اور فرض بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے)

لیکن (نماز ، روزہ کے حکم میں) ایک فرق ہے وہ یہ کہ نماز کا قصر کرنا تو واجب ہے اور روزہ کا نہ رکھنا واجب نہیں جائز ہے لیکن فی نفسہ واجب نہیں جب تک کہ سخت ضرر کا اندیشہ نہ ہو (اور اگر سخت ضرر کا اندیشہ ہے تو روزہ نہ رکھنا واجب ہے) اور نماز کا قصر کرنا ہر حال میں واجب ہے (چار رکعت پڑھنا جائز نہیں) البتہ سفر میں سنتیں پڑھ لینا چاہئے اور اگر اطمینان کی حالت نہ ہو تو نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

بہر حال یہ وہ سفر ہے جو سفر شرعی کہلاتا ہے جس میں روزہ نہ رکھنا اور قصر جائز ہے، اس سے کم میں جائز نہیں چاہے ریل (ہوائی جہاز) کا سفر ہو چاہے پیدل کا۔[1]

حق تعالیٰ کی عنایت اور شریعت کی آسانی

سفر شرعی میں تو مشقت حقیقی مان لی گئی ہے (خواہ واقع میں مشقت ہو یا نہ ہو) سفر شرعی میں واقعی تکلیف شرط نہیں بلکہ محض حکمی تکلیف پر حکم کا مدار ہے اور حکمی تکلیف اسے کہتے ہیں کہ جو حقیقی تکلیف کے حکم میں ہو، خواہ تکلیف حقیقی موجود ہو یا نہ ہو۔

سبحان اللہ! شریعت نے کیسی شفقت فرمائی ہے کہ شرعی سفر میں جو (نماز میں قصر کا حکم اور) روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے تو اس میں روزہ نہ رکھنے (اور قصر) اصل علت تو مشقت تھی لیکن حقیقی مشقت کے پائے جانے سے پہلے ہی شریعت نے احتمال کی بنا پر کہ ممکن ہے مشقت ہو، یہ انتظام کیا کہ جو چیز مشقت کا سبب (اور ذریعہ) ہے اسی کو مشقت کے قائم مقام بنا کر یہ فرض کر لیا کہ اسے مشقت ہوگی اور یہ حکم کر دیا کہ ایسے شخص کو افطار کر لینا جائز ہے خواہ مشقت واقعی ہو یا نہ ہو، دیکھئے حق تعالیٰ کی کتنی بڑی عنایت ہے کیا انتہا ہے رعایت کی۔[2]

---

[1] اشرائط الطاعت ملحقہ حقیقت عبادت ص ۵۲۹، ۵۳۰ [2] شرائط الطاعت ملحقہ حقیقت عبادت ص ۵۳۲

سفر شرعی سے کم میں بھی اگر تکلیف ہو تو روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے یا نہیں

اگر سفر شرعی کی مقدار سے کم میں واقعی تکلیف ہو تو وہاں بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے کیوں کہ وہاں روزہ نہ رکھنے کی اجازت کی علت تکلیف ہی ہے مگر پہلے سے تو یہ معلوم نہیں کہ تکلیف واقعی ہوگی بسا اوقات اندازہ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے مثلاً جس وقت سفر کیا تھا اس وقت تو سخت گرمی تھی لیکن بعد میں ہوا چلنے لگی یا بارش ہوگئی اور موسم ٹھنڈا ہوگیا تو کسی شخص کو کیا حق ہے کہ پہلے سے فیصلہ کردے کہ واقعی تکلیف ضرور ہوگی۔

ارے بھائی اگر واقعی تکلیف ہوگی تو شرعاً اس کی رعایت کی جائے گی اور اس وقت افطار کی اجازت ہوجائے گی پہلے ہی سے کیوں فکر میں پڑ گئے۔

لیکن حضرت! یہ یاد رہے کہ تھوڑی بہت تکلیف کا کوئی اعتبار نہیں تھوڑی بہت تکلیف تو گھر بیٹھے بھی ہوتی ہے اور روزہ ہی میں کیا، نماز میں بھی ہوتی ہے کہ اٹھ کر وضو کرو، پھر نیت کیا باندھی گویا بالکل قید میں ہوگئے کہ نہ اب بول سکتے ہیں نہ چل سکتے ہیں نہ ادھر ادھر دیکھ سکتے ہیں اور صاحب دین ہی کے کاموں میں کیا، کھانے میں بھی تکلیف ہوتی ہے، انصاف کیجئے کہ کمائی میں کیسی کیسی مشقت اٹھانی پڑتی ہے یہاں کبھی نہیں کہتے کہ ارے کہاں کی مصیبت چھوڑو کمانا توکل کرکے بیٹھ جاؤ۔

دیکھئے بچپن ہی سے کیسی کیسی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے کہیں پڑھائی کی تکلیف کہیں فیس کی تکلیف کہیں کتابوں کی تکلیف، لہو ولعب چھوڑنے کی تکلیف، آزادی ختم ہونے کی تکلیف پھر اگر کسی عہدہ پر کچھ بن بنا گئے تو بعضے عہدوں میں کام اتنا ہوتا ہے (اور اتنی سخت ذمہ داری ہوتی ہے) کہ گھر پر کام لا لا کر راتوں کو جاگ کر، دوسرے کو

ساتھ لگا کر کام کو پورا کرتے ہیں تب کہیں جا کر بمشکل کام پورا ہوتا ہے پھر اگر ایسے ہی نازک اور مریل ہیں تو کمانا بھی چھوڑ دیں، مگر ہم تو دیکھتے ہین کہ ان تکلیفوں کی وجہ سے کمانا کوئی بھی نہیں چھوڑتا، تو دین کے واسطے بھی اگر تھوڑی بہت مشقت اٹھالی جائے تو ایسا کون سا بڑا مشکل کام ہے تو گویا تھوڑی بہت تکلیف تو تکلیف ہی نہیں، اتنی تکلیف تو ہر کام میں ہوتی ہے البتہ ایسی تکلیف جس کی برداشت نہ ہو سکے، یہ ہے واقعی تکلیف، سو اگر ایسی تکلیف ہونے لگے تو پھر شریعت خود اجازت دیتی ہے کہ روزہ افطار کر لے۔[1] (یعنی توڑ دے)

مثلاً ایک شخص نے دس کوس کا سفر کیا اور روزہ رکھا کیوں کہ اتنے کوس کے سفر میں اس کو روزہ رکھنا واجب تھا پھر دوران سفر اس کی بری حالت ہوگئی (روزہ نا قابل برداشت ہوگیا) تو خاص اس حالت میں روزہ افطار کر دینا چاہیئے لیکن یہ افطار سفر کے عذر کی وجہ سے نہیں ہے، یہ تو ایک خاص حالت ہوگئی تھی اس کی وجہ سے افطار جائز ہو گیا حتیٰ کہ اگر گھر پر بھی یہی حالت ہو جاتی تو وہاں بھی اس کو افطار جائز ہوتا مثلاً پہلے بیمار تھا لیکن ہمت کر کے اس نے روزہ رکھ لیا پھر اس کی بری حالت ہوگئی یا عین روزہ کی حالت میں بیمار پڑ گیا اور بری حالت ہوگئی تو اس کو جائز ہے کی روزہ افطار کر دے اس حکم میں سفر کی کوئی تخصیص نہیں سفر کے علاوہ بھی عذر پیش آ جائے تو وہاں بھی یہی حکم ہوگا۔[2]

[1] شرائط الطاعت ص ۵۳۱ [2] شرائط الطاعت ص ۵۲۹ ملحقہ حقیقت عبادت

اگر برداشت کی قوت ہوتو حالت سفر میں روزہ رکھنا بہتر ہے

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ الى قوله تعالى وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پ ۲ بقره)

ترجمہ:۔ جو شخص تم میں ایسا بیمار ہو جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر (نقصان دہ) ہو یا شرعی سفر ہو تو دوسرے ایام کا شمار کر کے ان میں روزہ رکھنا اس پر واجب ہے اور تمہارا روزہ رکھنا اس حال میں زیادہ بہتر ہے اگر تم روزے کی فضیلت سے واقفیت رکھتے ہو۔ (بیان القرآن)

بعض لوگ ''اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ کوصرف ''وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَه'' سے متعلق کرتے ہیں مگر اس کی کوئی دلیل نہیں ظاہر میں تو تینوں ہی سے متعلق ہے یعنی مسافر، مریض اور شیخ فانی، ان تینوں کے لئے روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔

مگر دوسرے دلائل کی وجہ سے اس حکم میں قید یہ ہے کہ تحمل (یعنی روزہ رکھنے کی برداشت کی قوت ہو) اگر تحمل ہو تو روزہ رکھ لینا اچھا ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے مسافر کے لئے بھی روزہ رکھنا افضل ہوا، اور حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ صحابہ نے حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا، اور حضور ﷺ نے انکار نہیں فرمایا (اور جہاں انکار فرمایا وہاں برداشت کی قوت نہ تھی پھر بھی روزہ رکھا اس لئے انکار فرمایا) اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز تو ہے ہی، افضل بھی ہے بہر حال سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے، جمہور کا مسلک یہی ہے اور ان کی دلیل بھی وہی ہے جو میں نے بیان کی ۔[1]

---

[1] شرائط الطاعت ملحقہ حقیقت عبادت ص ۵۳۳

مسافر اور مریض کے لئے چند ضروری مسائل

مسئلہ: جس بیماری میں روزہ رکھنا نہایت شاق (دشوار) ہو یا مضر مرض ہو (یعنی روزہ رکھنے سے مرض کے بڑھنے کا خطرہ ہو) اس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: سفر شرعی حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اپنی جائے قیام سے تین منزل (یعنی ۷۷ کیلومیٹر) کے قصد سے سفر کرے تو راستہ میں یہ مسافر ہو گیا، اب منزل مقصود پر پہنچ کر اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ کر لیا تو مسافر نہ رہا، اور اگر پندرہ روز سے کم کے قیام کا ارادہ کیا تو پھر بھی مسافر ہے، غرض جو شخص شرعی مسافر ہو اس کو جائز ہے کہ باوجود روزہ رکھ سکنے کے روزہ نہ رکھے، لیکن ایسی حالت میں زیادہ افضل یہی ہے کہ رکھے۔

مسئلہ: یہ مریض اور مسافر جن کا ذکر کیا گیا اگر اس روز کے روزے کی نیت نہ کر چکے تھے تو روزہ نہ رکھنا درست ہے، اور اگر نیت کر چکے ہوں تو بلا تکلیف شدیدہ روزہ توڑنا جائز نہیں۔

مسئلہ: یہ مریض اور مسافر جے دن روزہ نہ رکھیں ان دنوں کا شمار یاد رکھیں اور جب مرض اور سفر ختم ہو جائے رمضان گذر جانے کے بعد اتنے دنوں کا روزہ قضا کی نیت رکھیں، اور یہ قضا کے روزے خواہ ایک دم سے رکھیں اور خواہ ایک ایک دو دو کر کے رکھیں، اور سفر اور مرض ختم ہو جانے کے بعد اگر کچھ رمضان بھی باقی ہے تو بقیہ رمضان کا روزہ ادا کر کے اس کے گذرنے کے بعد یہ قضا روزے رکھے۔

فدیہ کا مسئلہ

مسئلہ: شروع اسلام میں جب لوگوں بتدریج روزہ کا خوگر کرنا (عادی بنانا) منظور تھا یہ حکم ہو گیا تھا کہ باوجود استطاعت روزہ کے (یعنی روزہ رکھنے کی طاقت کے باوجود) فدیہ کی اجازت تھی، اب یہ حکم منسوخ ہے، البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو یا ایسا

[1] بیان القرآن سورہ بقرہ ص۱۰۰۳ ج۱

بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ فی روزہ یا تو ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلا دے یا خشک جنس (غلہ) دینا چاہیں تو فی روزہ ایک مسکین کو پونے دو سیر (ایک کیلو چھ سو تیتیس گرام) گیہو دے دیا کریں۔

اگر اتنے گیہوں دو مسکین کو دیں گے تو درست نہیں، یا ایک تاریخ میں ایک مسکین کو دو دن کا فدیہ دیں گے تب بھی درست نہیں۔

اور اگر فدیہ دینے کے بعد اس شخص میں طاقت آ گئی یا وہ مرض جاتا رہا تو ان روزوں کو پھر قضا کرنا ہوگا، اور اس فدیہ کا ثواب الگ ملے گا مگر یہ فدیہ بجائے روزوں کے نہ رہے گا۔

اور اگر کسی کو فدیہ دینے کی بھی وسعت نہ ہو تو بجائے فدیہ کے وہ صرف استغفار کرے اور نیت رکھے کہ جب ہو سکے ادا کروں گا۔ (بیان القرآن ۱/۱۰۳ پ۲)

نماز و روزہ کے فدیہ سے متعلق ضروری احکام

مسئلہ: جس شخص کے ذمہ کچھ نمازیں اور روزے قضا ہوں اور ان کو ادا نہ کر سکا ہو، اس کو واجب ہے کہ مرنے سے پہلے ان کے فدیہ کی وصیت کر جائے۔

مسئلہ: ایک روزہ کا فدیہ اتنا ہوتا ہے جتنا صدقہ فطر دیا جاتا ہے (یعنی ایک کیلو چھ سو تیتیس گرام گیہوں یا اسکی قیمت) اسی طرح ایک نماز کا بھی اتنا ہی ہے اور ہر روز کی چھ نمازیں شمار کی جاتی ہیں۔ پانچ تو فرض اور ایک واجب یعنی وتر۔

مسئلہ: فدیہ کے بھروسہ سے نماز اور روزہ کا قضا کر ڈالنا، یا جو قضا ہو گئے ہوں ان کے ادا میں سستی کرنا سخت گناہ ہے۔

مسئلہ: بیماری میں جو روزے قضا ہوئے اگر اس بیماری کے بعد صحت کا زمانہ اتنا ملا جس میں کل روزے یا بعض روزے قضا رکھ سکتا تھا صرف اتنے ہی واجب ہوں

گے باقی واجب نہ ہوں گے تو اگر بیس روزے قضا ہوئے اور دس روزے کی طاقت نہ مل سکی اور قضا نہ رکھنے پایا تھا کہ موت آ گئی تو دس روزں کے فدیہ کی وصیت واجب ہوگی۔

مسئلہ: فدیہ کی وصیت ثلثِ ترکہ (یعنی جو مال چھوڑا ہے اس کے تہائی حصہ) سے زائد میں جائز نہیں یعنی تجہیز وتکفین اور قرض ادا کرنے کے بعد مثلاً تین سو روپے بچ گئے تو سو روپے سے زائد میں وصیت صحیح نہ ہوگی، البتہ اگر بالغ وارث اپنے حصہ میں جائز رکھیں تو ان کو اختیار ہے۔

مسئلہ: جب تک روزہ قضا کرنے کی قدرت رہے اس وقت تک فدیہ دینا کافی نہیں بلکہ قضا ہی رکھنا فرض ہے بعض علماء نے وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَةٌ کی تفسیر میں جو اس کے خلاف لکھ دیا ہے (یعنی یہ کہ روزہ رکھنے کی طاقت کے باوجود فدیہ دینا کافی ہے) یہ بالکل غلط ہے، اس پر عمل حرام ہے۔

مسئلہ: اسی طرح جب تک صحت وقوت کی امید ہو، فدیہ دینا کافی نہیں، البتہ اگر ایسا کوئی مرض ہو کہ اس سے صحت کی امید نہ رہے اور مرض کی حالت میں (روزہ رکھنے کی) قوت نہ ہو یا بہت بوڑھا ہو چکا ہو (اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو) اور قوت روز بروز گھٹتی جاتی ہو تو ایسے شخص کو ادا اور قضا روزہ کے بدلہ فدیہ دینا درست ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے نادانی سے بارہ مہینہ روزہ رکھنے کی نذر مان لی تھی اور اب ہار گیا تو اس کو بھی روزانہ کا فدیہ دینا درست ہے۔

مسئلہ: لیکن مرض وضعف میں نماز چونکہ اشارہ سے بھی درست ہے اس لئے قضا نمازوں کا فدیہ اس وقت درست ہوسکتا ہے جب اشارہ سے بھی ان کے پورا کرنے کی امید نہ رہے جیسے مرض الموت میں ایسی حالت ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسی حالت میں کہ فدیہ اس میں کافی نہ ہوتا ہو اس نظریہ سے

فدیہ دے دے کہ شاید میری وصیت کو وارث پورا نہ کریں اور یہ بھی نیت رکھے کہ اگر صحت وقوت لوٹ آئے تو اس فدیہ کو کافی نہ سمجھوں گا بلکہ نمازیں اور روزے قضا کروں گا تو اس کا مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جو روزہ قسم کے کفارہ میں کسی پر واجب تھا زندگی میں اس کا فدیہ دینا درست نہیں بلکہ اگر اخیر عمر تک ادا سے عاجز رہے تو مرتے وقت فدیہ کی وصیت کردے۔

مسئلہ: اگر میت بلا وصیت مر جائے تب بھی ورثاء کو بہت ثواب ہوگا اگر اس کی نماز اور روزہ کا فدیہ ادا کردیں۔

مسئلہ: ایک عمل بعض جگہ عوام میں اسقاط کے نام سے مشہور ہے اس سے فدیہ ادا نہیں ہوتا۔

مسئلہ: جہاں فدیہ کی رقم بہت زیادہ ہو اگر گنجائش اس قدر نہ ہو تو اس کو بالکل نظر انداز کرنے سے یہ صورت اختیار کرلینا بہتر ہے کہ مثلاً دس روپے کسی مسکین کو فدیہ کی نیت سے دیں اور پھر وہ مسکین غریب اپنی خوشی سے اس وارث کو وہ رقم ہبہ کردیں اور یہ وارث پھر اس کو فدیہ کی نیت سے دیں تو گویا بیس روپے فدیہ میں پہونچے اسی طرح اگر سو بار کیا تو ہزار روپئے ادا ہوگئے، مگر گنجائش ہوتے ہوئے ایسا نہ کرے۔

مسئلہ: فدیہ میں اختیار ہے خواہ مسکینوں کو بٹھا کر کھلا دے خواہ غلہ صدقہ فطر کے برابر دے دے ایک مسکین کو ایک حصہ سے کم نہ دے زیادہ دے دینا درست ہے یعنی ایک مسکین کو کئی حصے ایک تاریخ میں دینا بھی درست ہے۔[1]

---

[1] معارف حکیم الامت ص ۳۹۵

روزہ سے متعلق متفرق ضروری مسائل

ماخوذ از امداد الفتاویٰ ج ۲

مسئلہ (۱) روزہ کی حالت میں منجن کرنا مکروہ ہے اور اگر منجن پیٹ کے اندر پہونچ جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے (قضا لازم ہے)

(۲) روزہ کی حالت میں مسواک ہر طرح کی جائز ہے۔

(۳) روزہ کی حالت میں ٹھنڈک اور طبعی راحت کے لئے غسل کرنا مکروہ نہیں ہے البتہ اس طرح غسل کرنا جس سے بے صبری ظاہر ہو (گویا روزہ کو بہت دشوار سمجھ رہا ہے) تو مکروہ ہے۔ (ص ۲/۱۴۰)

(۴) بخور'' یعنی قصداً اگر بتی سونگھنے، سگریٹ، بیڑی پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اسی طرح حقہ پینے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے، قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں ص ۲/۱۲۵، ۱۳۹،

(۵) کان یا ناک کی راہ سے پانی (یا کسی دواء) پہونچانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے جب کہ وہ حلق تک پہونچ جائے تو قضا لازم ہے کفارہ واجب نہیں۔ (ص ۱۲۷، ۱۲۹)۔

(۶) روزہ یاد ہونے کے باوجود بغیر قصد سے دھوکہ سے پانی حلق میں چلا گیا (مثلاً وضو میں کلی کرتے ہوئے) تو روزہ ٹوٹ گیا قضا لازم ہے۔ (ص ۱۲۹)

(۷) روزہ میں منہ میں کسی قسم کی کوئی دوا رکھنا، یا دانتوں سے دبانا مکروہ ہے جب کہ حلق تک نہ پہونچے اور اگر حلق تک پہونچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (ص ۱۳۷)

(۸) روزہ میں ٹیکہ، نشتر اور اسی طرح انجکشن لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (ص۱۴۲)

(۹) معذور آدمی مثلاً بیمار کو بھی روزہ داروں کے سامنے کھانے سے احتیاط کرنا چاہئے۔ (ص۱۴۲)

(۱۰) روزہ میں آنکھ میں دوا ڈالنے یا سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ (ص۱۲۷)

جن علاقوں میں چھ چھ ماہ کے دن و رات ہوتے ہیں وہاں نماز روزہ کس طرح ادا کیا جائے؟

سوال:- قطبین پر چھ چھ مہینے کے دن رات ہوتے ہیں پس جہاں رات چھ ماہ کی اور دن بھی چھ ماہ کا ہو وہاں روزہ رکھنے کا کیا انتظام ہوگا کسی انسان کی اتنی طاقت و وسعت نہیں کہ اتنے بڑے دن یعنی چھ ماہ کا روزہ رکھ سکے اور چھ ماہ تک غروب آفتاب کا انتظار کرے اور بھوکا پیاسا رہے مثلاً گرین لینڈ میں جو جائے اس کے روزے کا کیسے انتظام ہوگا؟

جواب:- قطبین اور گرین لینڈ وغیرہ پر روزہ رکھنے کے مسئلہ کو قرآن کریم نے بھلا نہیں دیا بلکہ واضح کر کے بتلا دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ**۔

ترجمہ: یعنی جو شخص رمضان کا مہینہ پائے وہ اس میں روزہ رکھے۔ لہٰذا جہاں رمضان موجود ہی نہیں ہے اور جہاں رمضان کی نوبت ہی نہیں آتی وہاں روزہ بھی نہیں، کیوں کہ رمضان جو روزں کا مہینہ ہے وہ قمری مہینہ ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآن یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا اور ظاہر ہے کہ رمضان قمری مہینہ ہے اور ہر قمری مہینہ ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ کا ہوتا ہے پس جہاں یہ قمری مہینہ نہیں ہے وہاں روزے بھی نہیں اذا فات الشرط فات المشروط ۔

یہی حال نماز کا ہے کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْ مِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا (پ۵)

(یعنی بے شک نماز مسلمانوں پر وقت مقررہ کے مطابق فرض ہے)

تو جہاں یہ اوقات نہیں وہاں یہ مقررہ عبادت بھی نہیں۔

جس طرح چور کا ہاتھ کاٹنا قرآنی حکم ہے اس پر عمل بھی تھا اور ہاتھ کٹے چور مسلمان بھی ہو جاتے تھے اور نمازیں بھی پڑھتے تھے اور قرآن کریم میں وضو اور تیمّم کے وقت دونوں ہاتھ کا دھونا یا مسح کرنا بھی ضروری تھا مگر جہاں ہاتھ ہی نہیں، ان کا دھونا کیسا؟ اسی طرح جہاں رمضان ہی نہیں وہاں رمضان کے روزے کے کیا معنی یہ قول بعض علماء وفقہاء کا ہے۔

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نماز روزہ ہی اصل مقصود ہے اور اوقات کی تعیین وہاں ہے جہاں اوقات ہوں اور جہاں اوقات نہ ہوں وہاں وہ عبادات مقصودہ ساقط نہیں ہوں گی بلکہ وقت کا اندازہ کر کے نماز بھی پڑھی جائے گی اور روزہ بھی رکھا جائے گا اور احتیاط اسی قول میں ہے۔[1]

اب رہی یہ بات کہ ہمارے علماء وفقہاء کے (مذکورہ) اقوال میں کس کے قول کو کس پر ترجیح ہے؟ (سو بندہ کے نزدیک) احوط نماز میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اندازہ کر کے سب نمازیں پڑھا کریں۔

[1] المصالح القلیہ للاحکام النقلیہ ص ۱۵۶ و ۱۵۷

اور روزہ میں جو مقامات ایسے ہیں جہاں بعض زمانوں میں شرعی رات نہیں ہوتی رمضان میں روزہ رکھیں کیوں کہ **شھود شھر** (یعنی رمضان کا مہینہ) پایا گیا۔

اور چونکہ افطار وسحر شرعی دن میں واقع ہوا ہے اس لئے شبہ کی وجہ سے دوسرے زمانہ میں قضا بھی کرلے۔

اور جہاں شرعی رات ہوتی ہے وہاں جس جگہ دن کا طول (یعنی دن کی لمبائی) بقدر تحمل صوم ہے (یعنی روزہ کا تحمل ہو) اور فطرۃ ان کا تحمل (اور قوت برداشت) ہم سے زائد ہوگا وہاں روزہ رکھیں، اور ادا بھی ہوجائے گا اور جہاں بقدر تحمل نہ ہو، وہاں انداز کرکے عدد پورا کریں اور ادا کے بعد اگر ایسے ایام مل جائیں جس کا تحمل ہوسکے تو احتیاطاً قضا بھی کرلیں اور اگر ایسے ایام نہ ملیں تو وہی انداز کرلے، روزے کافی ہو جائیں گے (دلائل کے لئے اصل کتاب ملاحظہ ہو، امداد الفتاویٰ ص ۵۰۴ سوال ۴۲۱)

باب ۷

رمضان اور روزہ کے حقوق

رمضان کے فضائل کا تو کم وبیش لوگوں کو علم ہے لیکن رمضان کے حقوق کے متعلق بڑی کوتاہیاں ہوتی ہیں اس طرف کبھی ذہن بھی نہیں جاتا کہ رمضان المبارک کے کچھ حقوق بھی ہیں اس واسطے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان آنے سے لوگ دیگر چیزوں کا تو اہتمام کرتے ہیں مثلا دودھ کا انتظام کرلیا جاتا ہے، صفائی کرالی جاتی ہے، کچھ برف کا انتظام سوچ لیا جاتا ہے، شکر، کھجوریں، سویاں وغیرہ جمع کر لی جاتی ہیں یہ سب اہتمام تو ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ کبھی ذہن میں نہیں آتا کہ بھائی رمضان المبارک کا مہینہ آیا ہے لاؤ غیبت سے بچنے کا کوئی انتظام کریں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ آپس میں مشورہ کر کے چند ساتھیوں نے یہ طے کرلیا ہو کہ اگر کوئی غیبت کرنے لگے تو ایک دوسرے کو روک دیا کرے، ٹوک دیا کرے، اکثر دنیا کے کاموں میں تو ایک دوسرے کی مدد لی جاتی ہے دین کا کام ایسا آسان سمجھ رکھا ہے کہ اس میں کسی کی مدد کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی ہے اس لئے اسکے لئے ذہن میں آتا ہی نہیں کہ آپس میں طے کرلیں۔

اسی طرح اس کا بھی ذہن میں کبھی خیال نہیں آتا کہ قرآن مجید سننے کا زمانہ آ رہا ہے کوئی ایسا حافظ تلاش کرو جو اچھا اور صحیح پڑھتا ہو، بلکہ اگر کوئی تجوید کے ساتھ پڑھنے والا حافظ تجویز کیا جاتا ہے تو مخالفت کی جاتی ہے کہ تراویح میں دیر لگے گی، کھڑا نہیں ہوا جائے گا۔

غرضیکہ رمضان المبارک کے حقوق میں بہت ہی زیادہ کوتاہی اور بہت ہی بے

پرواہی ہے، حقوق کی ادائیگی کا اہتمام بھی کم ہے اور لوگوں کو ان حقوق کا علم بھی کم ہے اس لئے یہ مضمون بہت ضروری ہے۔[1]

رمضان میں ہم لوگوں کی حالت

بہت سے اللہ کے بندے تو ایسے ہیں کہ ان کے گھر رمضان آتا ہی نہیں، نہ دن کو نہ رات کو یعنی نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں اور بعض لوگوں کے یہاں دن کو تو آتا ہے لیکن رات کو نہیں آتا، یعنی (روزہ تو رکھتے ہیں لیکن) نماز اور تراویح نہیں پڑھتے اور دن کو بھی جو آتا ہے تو صرف اتنا کہ کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں لیکن جس شی کو چھوڑنا زیادہ ضروری تھا، یعنی معاصی (گناہ) ان کو نہیں چھوڑتے۔ روزہ میں معمولی کھانا تو نہیں کھایا پیا مگر مردہ مسلمان کا گوشت کھایا یعنی غیبت کی اور بہتان سننے کے لئے کان کھول دیئے، کھانے سے ہاتھ روکا لیکن ظلم کرنے اور تاش اور شطرنج کھیلنے اور جھوٹی دستاویزوں پر دستخط کرنے کے لئے خوب چلایا، زبان کو لقموں سے نہیں چلایا لیکن مسلمانوں کو برا کہنے اور سب وشتم کرنے اور جھوٹی گواہی دینے سے اس کو نہیں روکا۔

اے صاحبو! یہ کیسا تقویٰ ہے اور یہ کیسی دین داری ہے؟ غضب کی بات ہے کہ کھانا پینا جو کہ جائز ہے دن کو بھی اور رات کو بھی شارع نے جب اس کو ماہ مبارک میں چھڑا دیا تو معاصی جو کسی وقت اور کسی حالت میں کسی کے لئے جائز نہیں وہ کیسے چھوڑنے کے قابل نہ ہوں گے۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ روزہ کی حالت میں کھانا پینا تو ہم نے چھوڑ دیا لیکن گناہ نہ چھوڑے۔ یہ دیکھ لیجئے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جنھوں نے رمضان سے پہلے کی حالت بدل دی ہو جو حالت رمضان سے پہلے تھی وہی اب بھی ہے جن لوگوں کو عورتوں

[1] اومضان فی رمضان ص ۲۵۵

،لڑکوں کو گھورنے (بدنگاہی) کی عادت تھی وہ اب بھی گھورتے ہیں، جو غیبت کیا کرتے تھے وہ اب بھی کرتے ہیں جن کو کسی سے کینہ تھا وہ اب بھی ہے، اور جو لوگ پہلے سے پرایا حق کھا رہے تھے وہ اب بھی کھا رہے ہیں کون سا فعل ہے کہ کسی نے اس کو رمضان کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو۔ [1]

روزہ محض نام کا

بعض لوگ نفس روزہ میں کوتاہی نہیں کرتے لیکن ان کا روزہ محض نام کا ہوتا ہے روزہ کی صورت ہوتی ہے روزہ کے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ اکثر لوگ روزہ میں بھی اکثر معاصی سے نہیں بچتے، جو حالت ان کی رمضان سے پہلے ہوتی ہے رمضان آنے کے بعد بھی اس میں کچھ فرق نہیں ہوتا اگر غیبت کی عادت تھی وہ بدستور رہتی ہے اگر نگاہ بد کے خوگر تھے وہ نہیں چھوڑتے اگر حقوق العباد (کی کوتاہی) میں مبتلا تھے ان کی صفائی نہیں کرتے بلکہ بعض لوگوں کے گناہ تو اور بڑھ جاتے ہیں کیونکہ پہلے تو کسی کاروبار میں لگے رہتے تھے اب روزہ میں چلنے پھرنے محنت تو مشقت کا کام تو ہوتا نہیں دوستوں میں جا بیٹھے کہ روزہ بہلے گا پھر دوستوں میں کوئی تفریح کا شغل بھی ضروری ہے یا تو باتیں شروع کر دیں جن میں زیادہ حصہ غیبت کا ہوگا اور یا پھر چوسر، گنجفہ تاش وغیرہ یا ہارمونیم یا باجہ یا گراموفون (یا فلمی رسالہ، ناول وغیرہ) لے بیٹھے اور دن پورا کر دیا بھلا اس روزہ سے کیا حاصل؟ اتنی بات عقل سے سمجھ میں نہیں آتی کہ کھانا، پینا جو کہ فی نفسہ مباح (جائز) ہے جب روزہ میں وہ حرام ہو گیا تو غیبت اور دوسرے معاصی جو فی نفسہ حرام ہیں وہ روزہ میں کس قدر حرام ہوں گے۔ [2]

---

[1] الصیام ص۱۶۳ [2] اصلاح انقلاب ص۱۳۳

روزہ کو کامل بنانے کی ضرورت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بے ہودہ باتیں اور بے ہودہ عمل ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہے۔

اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے کہ روزہ میں کھانے پینے وغیرہ سے زیادہ محرمات (یعنی گناہوں) چھوڑنے کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ کھانا پینا ہمیشہ حرام نہیں بلکہ روزہ کی وجہ سے ایک مدت تک کے لئے ممنوع ہو گئے ہیں اور جھوٹ بات، غلط عمل تو ہمیشہ حرام ہے تو جب تم نے جھوٹ، غیبت، زنا، سود، رشوت وغیرہ سے روزہ کو ناقص کر دیا تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے بھوکے پیاسے رہنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جھوٹ اور غیبت اور سود ورشوت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، نہیں روزہ ٹوٹتا نہیں مگر ان اعمال کے ساتھ جو روزہ ہوتا ہے وہ ایسا روزہ ہے جیسے تم کسی سے کہو کہ فلاں کام کے واسطے ایک آدمی کی ضرورت ہے اور وہ وکیل تمہارے سامنے لنگڑا، لولا، اپاہج، معذور آدمی لا کر رکھ دے جو نہ حرکت کر سکے نہ کام کر سکے اور جب اس سے کہا جائے کہ میاں یہ کس کو لے آئے؟ تو وہ جواب مین کہے کہ آپ نے آدمی کو کہا تھا، اور یہ آدمی ہے کیوں کہ حیوان ناطق اس پر صادق ہے پس جیسے یہ معذور اپاہج آدمی تھا مگر کام کا آدمی نہ تھا، ایسے ہی آپ کا روزہ محض اصطلاحی روزہ ہوگا کام کا روزہ نہ ہوگا اس لئے روزہ کو کامل بنانے کی سخت ضرورت ہے ورنہ ہمارا روزہ نام کا روزہ ہوگا، کام کا روزہ نہ ہوگا۔[1]

---

[1] النسوان فی رمضان ص ۲۴۲

روزہ کو کامل بنانے کے طریقے

روزہ کو کامل بنانا کچھ بھی دشوار نہیں بہت آسان ہے، اور اس کے دو درجے ہیں، ایک تکمیل ضروری، دوسری تکمیل کامل، تکمیل ضروری اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شی نقصان سے نکل جائے یعنی اس کو ناقص نہ کہہ سکیں اور تکمیل کامل یہ ہے کہ اس میں کچھ حسن وخوبی پھول پتیاں بھی لگ جائیں جیسے ایک تو حسن ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ناک نقشہ اچھا ہو، رنگ نکھرا ہو، دوسرے زینت کا درجہ ہے کہ حسن کے علاوہ لباس اور زیور بھی ہو پس تکمیل ضروری تو حسن کا درجہ ہے اور تکمیل کامل زینت وآرائش کا درجہ ہے۔

اب سمجھئے کہ روزہ کی تکمیل ضروری کچھ بھی دشوار نہیں بہت ہی آسان ہے کیوں کہ اس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا، اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ محرمات (یعنی گناہوں کو) چھوڑ دو، غیبت نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، لڑائی جھگڑا نہ کرو، بدنگاہی نہ کرو، رشوت نہ لو، سود نہ لو اور یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ اس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا یہ تکمیل خاموش رہنے اور سونے سے بھی ہوسکتی ہے اس کے لئے نفلیں پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے یا درود اذکار کرنے کی ضرورت نہیں اگر کوئی شخص دن بھر سوتا رہے صرف نماز کے وقت جاگ کر نماز پڑھ لیا کرے تو اس کا روزہ کامل ہوگا، ناقص نہ ہوگا۔

دیکھا آپ نے تکمیل صوم کس قدر آسان ہے جو خاموش رہنے اور سوتے رہنے سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔

البتہ تکمیل کامل میں اعمال کی زیادتی کو بھی دخل ہے کہ روزہ میں تلاوت قرآن زیادہ کرو، ان اعمال سے روزہ کی تکمیل زیادہ ہوگی پس جس کو تکمیل کامل کی ہمت نہ ہو وہ تکمیل ضروری کو ہاتھ سے نہ جانے دے کیوں کہ اس میں تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑتا

خصوصا غیبت سے بہت پرہیز کرو غیبت تو غیر رمضان میں میں بھی حرام ہے اور رمضان میں تو بہت ہی بڑا گناہ ہے کیوں کہ شرف زماں سے جیسے اعمال صالحہ کا ثواب بڑھتا ہے ایسے ہی گناہوں کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

اب تو رمضان کے چند دن رہ گئے ہیں جتنا حصہ باقی ہے اسی میں اپنی بخشش کرالو، اور بخشش کرانے کا طریقہ یہی ہے کہ گذشتہ گناہوں سے توبہ کرو، اور آج سے اپنی زبان کو گناہوں سے روک لو، اس سے تو بخشش ہو جائے گی اور روزہ کامل ہو جائے گا اور جس قدر رہو سکے اعمال صالحہ میں زیادتی کرلو اس سے تکمیل ہو جائے گی۔[1]

رمضان میں غیبت سے بچنے کی ضرورت

رمضان میں غیبت سے بہت پرہیز کرو، غیبت تو غیر رمضان میں بھی حرام ہے اور رمضان میں تو بہت ہی بڑا گناہ ہے کیونکہ شرفِ زمان سے جیسے اعمال صالحہ کا ثواب بڑھتا ہے ایسے ہی گناہوں کا گناہ بڑھ جاتا ہے۔

پھر غیبت میں نہ معلوم لوگوں کو کیا مزہ آتا ہے تھوڑی دیر کے لئے اپنا جی خوش کر لیتے ہیں پھر اگر اس کو خبر ہوگئی اور اس سے دشمنی ہوگئی تو عمر بھر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، اور اگر دل میں ذرا بھی احساس ہو تو غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو۔

عورتوں میں غیبت کا مرض بہت ہوتا ہ وہ عورت ہی نہیں جو غیبت نہ کرے، اس لئے میں عورتوں سے کہتا ہوں کہ تم خاص طور پر اس سے بچنے کا اہتمام کرو کیوں کہ تمہارے یہاں اس کا بازار بہت گرم رہتا ہے، عورتوں کو روزہ کا بہت شوق ہے مگر جتنا شوق ہے اتنا ہی ان کا روزہ ناقص ہے اور وہ صرف اس منحوس غیبت کی وجہ سے کیوں کہ اور گناہ رشوت اور ظلم وسود وغیرہ سے یہ محفوظ ہیں، خدا کے لئے روزہ میں اپنی زبان کو روک لو۔[2]

---

[1] النسوان فی رمضان ص ۲۴۳ [2] النسوان فی رمضان ص ۲۴۴

کس شان کا روزہ باعث نجات ہے

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ رمضان کا روزہ فرض ہے اس روزہ کی فضیلت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی طلب کے واسطے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ سب بخش دیئے جائیں گے۔

لوگ اس فضیلت کو بھی جانتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ کس شان کا روزہ ہے جس کی یہ فضیلت ہے، آیا یہ خاصیت ہر روزہ میں ہے یا وہ کوئی خاص روزہ ہے؟ سو یہ بھی حدیث شریف ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر روزہ نہیں ہے بلکہ خاص روزہ ہے چنانچہ ارشاد ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ذلیل و رسوا ہو وہ شخص جس کے اوپر رمضان کا مہینہ آیا اور وہ اسی طرح نکل گیا اور اس نے گناہ معاف نہ کرائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان یا روزہ میں خود معافی کا اثر نہیں بلکہ اس کے اندر خاص شان ہونا چاہئے اور وہ خاص شان وہ ہے جس کو حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مَن لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَّدَعْ طَعَامَہ' وَشَرَابَہ' یعنی جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور برا کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

یہ ہے وہ شرط جس کے پائے جانے سے روزہ کے اندر معافی کی شان آجاتی ہے اور اس شرط کا خلاصہ ہے معاصی (اور گناہوں) کو چھوڑ دینا سو اس کی طرف عام لوگوں کو توجہ نہیں، یا توجہ ہے، تو عمل نہیں ہے۔[1]

درحقیقت ہم نے روزہ کے معنیٰ اور غرض ہی نہیں سمجھی، روزہ کی اصلی غرض قوت بہیمیہ کا توڑنا، اور معاصی سے بچنا ہے جب عین روزہ کی حالت میں بھی ہم معاصی سے نہ بچے تو بعد میں وہ غرض اس پر کیسے مرتب ہوسکتی ہے۔

---

[1] الصیام ص ۱۶۳

(اسی وجہ سے) حضورﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اس کا روزہ جھوٹ بولنے سے نہ روکے اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا، پانی چھوڑ دے، مقصود ناراضی اور ناخوشی ظاہر کرنا ہے۔[1]

روزہ کے حقوق میں کوتاہی

بعض لوگ روزہ تو رکھتے ہیں لیکن اس کے حقوق ادا نہیں کرتے انھوں نے روزہ فقط اس کا نام رکھا ہے کہ کھانا پینا چھوڑ دیا جائے۔

صاحبو! آپ اس پر غور کیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے تو جب ہم نے روزہ رکھا تو گویا ہم زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ لیجئے حضور یہ آپ کے لئے، اب آپ یہاں سے سبق حاصل کیجئے کہ اگر حاکم ضلع کے لئے کوئی شی تحفہ کے طور پر لے جاؤ خصوصا جب کہ حاکم خود فرمائش بھی کرے تو اس کا کس قدر اہتمام کرو گے؟ جہاں تک ہو سکے گا عمدہ صاف ستھری شی لے جاؤ گے اور اگر اس میں عیب کا احتمال بھی ہوگا تو اس کو ردی کر کے دوسری منگاؤ گے ذرا گریبان میں منھ ڈال کر حق تعالی کو حاضر وناظر جان کر بتلاؤ روزہ میں بھی اتنا یا اس سے آدھا بھی اہتمام کرتے ہو؟

اگر حاکم نے تم سے یہ کہا کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے اور تم اندھا، بہرا، لنگڑا، لولا، اپاہج لے جاؤ تو کیا حاکم اس سے خوش ہوگا؟ ہرگز نہیں بلکہ وسعت کی حد تک تم بھی اس کی کوشش کرو گے کہ مرضی کے موافق آدمی ہو، تو آخر روزہ میں یہ قاعدہ کیوں چھوڑ دیا (روزہ کی حالت میں) آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں سب ہی کو گناہ سے بچانا چاہئے دیکھو جب روزہ میں وہ چیزیں حرام کر دی گئیں ہیں جو پہلے جائز تھیں تو جو پہلے سے حرام ہیں وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوں گی۔

[1] التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۵۱۲

اور اگر روزہ میں گناہ نہ چھوڑے تو اس کا روزہ کیا ہے نام کا روزہ ہے۔

اسی واسطے حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگوں کو روزہ میں سے صرف بھوک پیاس اور جاگنا ہی میسر ہوتا ہے۔[1]

روزہ کی حالت میں فضول مشغلے

بعض لوگ اطمینان حاصل کرنے کے لئے دنیا کے تعلقات تو کم کر دیتے ہیں لیکن اس کے بجائے شطرنج (تاش، لوڈو) گنجفہ، غیبت بدنگاہی، ناول دیکھنا اختیار کرتے ہیں، یاد رکھو یہ افعال سم قاتل ہیں ان کو معمولی نہ سمجھیں گھر پھونکنے کے لئے ایک چنگاری بھی کافی ہے ظاہر میں تو یہ افعال ہلکے معلوم ہوتے ہیں لیکن واقع میں سخت ہیں۔

ادنی درجہ کی بات یہ ہے کہ شطرنج وغیرہ سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور غفلت تمام امراض کی جڑ ہے اسی طرح ناول دیکھنا اس میں بھی اس قدر مشغولی ہوتی ہے کہ قلب میں اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی کہے کہ غفلت تو کچہری میں کام کرنے (دکان میں بیٹھنے) اور روٹی کھانے پکانے سب میں ہوتی ہے تو چاہئے کہ سب کو چھوڑ دیں۔ بات یہ ہے کہ دو قسم کے کام ہیں ایک ضروری، اور ایک غیر ضروری، ضروری کاموں میں تو کوئی ضرر نہیں ہوتا، اور جو تھوڑی بہت غفلت ہو بھی جاتی ہے اس کے لئے استغفار کا حکم فرمایا ہے اور غیر ضروری کام میں تو ضرر ہی ضرر ہے، اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور یہ غفلت بڑھتے بڑھتے گناہ کبیرہ تک پہنچا دیتی ہے خصوصا ناول سے ایک بڑا ہی سخت مرض پیدا ہو جاتا ہے وہ یہ کہ اس کے دیکھنے سے بدمعاشی کے طریقے خوب آ جاتے ہیں۔

---

[1] الصوم ص ۱۲۵-۱۲۳

بعض لوگ دنیا کے سب کام چھوڑ کر روزہ میں غیبت کے اندر مشغول ہوجاتے ہیں چار آدمی بیٹھ گئے اس پر طعن، اس کی برائی بس یہی مشغلہ رہتا ہے، اور اگر کچھ کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ میاں روزہ بھی تو کسی طرح کٹے، الغرض روزہ میں ہاتھ پاؤں کان آنکھ سب کا حفاظت رکھنا چاہئے ان سب گناہوں سے روزہ کی برکت کم ہوجاتی ہے۔[1]

رمضان میں گناہوں کو نہ چھوڑنے والے کی مثال

اس کی ایسی مثال ہے جیسے مہمان کے سامنے جو چیزیں رکھی جاتی ہیں ان میں اصل چیز سالن روٹی ہے باقی اچار، چٹنی، مربہ وغیرہ یہ دسترخوان کی زینت ہیں، اور غذا ہضم کرنے میں مددگار بھی ہیں اور کھانوں کی لطف افزا بھی ہیں اب اگر کوئی شخص اپنے مہمان کے سامنے یہ زائد چیزیں تو رکھ دے مثلاً چٹنی بھی کئی قسم کی، اچار مربے بھی طرح طرح کے رکھ دے مگر ان کے سوا اور کچھ نہ رکھے، نہ روٹی ہے نہ گوشت ہے جو کہ اصل غذا ہے، اب وہ مہمان کیا کہے گا؟ یہی کہے گا کہ کیا کھاؤں، مربہ کھاؤں؟ اچار کھاؤں؟ کھانے کی چیز تو ایک بھی نہیں، یہ تو سب لگانے کی چیزیں ہیں۔

اسی طرح اگر تم نے اپنا رمضان حق تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں پیش کیا کہ اس میں اصل چیز (یعنی روزہ میں گناہوں کو چھوڑنا، تقویٰ اختیار کرنا یہ) تو ہے نہیں، مگر زوائد (یعنی تسبیحات، نوافل وغیرہ) ہیں تو وہ روزہ کیا قبول ہوگا؟ اور اگر تمہارے پاس اصل چیز تو ہے (یعنی روزہ میں گناہوں سے بچنا اور تقویٰ اختیار کرنا تو ہے مگر تسبیحات، نوافل وغیرہ) زوائد نہیں، یعنی دن بھر بری نگاہ سے، غیبت سے اور جتنے گناہ ہیں سب سے بچے رہے آمدنی بھی حلال رکھی، پھر چاہے تہجد بھی نہ پڑھو وظیفے بھی نہ پڑھو مگر یہ کہ گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکو، تو تمہارا رمضان بخدا اس شخص سے

[1] الصوم ص ۱۲۴

اچھا ہے جس کی تہجد بھی ہے، چاشت بھی ہے، وظیفے بھی ہیں، تلاوت بھی ہے سب کچھ ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی کررہا ہے کہ غیبتیں بھی کررہا ہے برائی بھی کررہا ہے، عورتوں کو بھی تک رہا ہے، لہو ولعب میں بھی مبتلا ہے لڑتا جھگڑتا بھی ہے، بغض وحسد بھی ہے اس سے تمہارا رمضان ہزار درجہ اچھا ہے۔[1]

روزہ کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے سے قیامت میں یہ باز پرس نہ ہوگی کہ تو نے روزہ کیوں نہیں رکھا؟ بلکہ پوچھا جائے گا کہ تو نے روزہ کو خراب کیوں کیا؟ سو بڑا فرق ہے اس میں کہ حکم کے بعد سالانہ کا غذ ہی نہ بنایا اور اس میں کہ بنایا مگر کہیں غلطیاں رہ گئیں۔

اور یہ جو کہا گیا کہ ایسے روزے سے کوئی معتد بہ فائدہ نہیں یہ قید اس لئے لگائی کہ بالکل بے سود بھی نہیں اور ایک تو فائدہ ظاہر ہے کہ کسی قدر تعمیل ارشاد ہے اور دوسرے ہر عمل میں ایک خاص برکت ہے جب صبح سے شام تک لذات مخصوصہ سے نفس کو روکا تو نفس اس سے ضرور متاثر ہوگا جس کا اثر یا تو آئندہ ظاہر ہوگا یا کسی معصیت سے رکنے کی توفیق ہوگی یا اسی روز یہ اثر ہوا ہو کہ اگر روزہ کی یہ صورت بھی نہ ہوتی تو کوئی خاص معصیت سرزد ہوتی اور روزہ کی برکت سے سرزد نہ ہوئی تو اس وجہ سے بالکل بے سود اور لاحاصل نہیں کہہ سکتے۔

روزہ میں گناہوں سے بچنے کی تدبیریں

اور روزہ میں معاصی سے بچنے کی تدبیر چار امر کا مجموعہ ہے جو ان کو اختیار کرے گا معاصی سے محفوظ رہے گا۔

(۱) مخلوق سے بلاضرورت نہ ملنا یعنی تنہا ویکسو رہنا

(۲) کسی اچھے شغل میں لگے رہنا مثلاً تلاوت قرآن مجید وغیرہ

[1] (رمضان فی رمضان ص ۳۳۷)

(۳) حتی الوسع رمضان میں حلال غذا کا زیادہ اہتمام رکھے شرم کی بات ہے کہ حلال سے دن بھر رکا رہے اور حرام سے افطار کرے۔

(۴) نفس کو سمجھانا اور وقتاً فوقتاً دھیان کرتے رہنا کہ ذرا سی لذت کے واسطے صبح وشام تک کی مشقت کو کیوں ضائع کیا اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ نفس پھسلانے سے بہت کام کرتا ہے سو نفس کو یوں پھسلا دے کہ ایک مہینہ کے لئے تو اس دستور العمل (جس کا مجموعہ چار باتیں ہیں ان) پر عمل کر لے پھر دیکھا جائے گا، یہ ایک مہینہ تو وہ پھسلانے میں آ کر مرضی کے موافق کر لے گا۔ پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ جس طرز پر آدمی ایک مدت تک رہ چکا ہو، وہ آسان ہو جاتا ہے، رمضان کے مہینہ میں جو اعمالِ صالحہ کئے جاتے ہیں سال بھر تک اس کی توفیق رہتی ہے پس اس طریق سے رمضان کے بعد بھی وہی ترک معاصی کی عادت تھوڑی توجہ سے انشاء اللہ محفوظ رہے گی میں یہ نہیں کہتا کہ پھر معصیت کی طرف میلان نہ ہوگا بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ جس قدر پہلے تقاضا ہوتا تھا اب اس قدر تقاضا نہ ہوگا اور ہوگا تو بہت تھوڑی توجہ اور ضبط سے وہ میلان دفع یا مغلوب ہو جائے گا۔[1]

روزہ کے متعلق عورتوں کی کوتاہیاں

عورتوں کو روزہ دشوار نہیں، اس میں وہ ماشاءاللہ مردوں سے بھی زیادہ شیر (اور آگے) ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں روزے بہت رکھ لیتی ہیں مگر نماز سے ان کی جان نکلتی ہے اور روزہ رکھنے میں عورتوں کا زیادہ کمال بھی نہیں بلکہ ایک طبی راز ہے وہ یہ کہ ان میں رطوبت و برودت کا غلبہ ہے سرد مزاج والے کو بھوک پیاس کم لگتی ہے، اس لئے ان کو روزہ آسان ہے دوسرے ان کو کھانے کے اندر مشغولی رہتی ہے اپنے ہاتھ سے سب چیزیں پکاتی ہیں خوشبو سونگھتی رہتی ہیں اس سے بھوک کم ہو جاتی ہے، صرف

[1] اصلاح انقلاب ص ۳۵-۱۳۴

پیاس کی تکلیف رہ گئی، اس کی سہار بھی ان کو مشکل نہیں کیوں کہ اول تو وہی برودت ورطوبت مانع عطش (پیاس کو روکتی) ہے دوسرے یہ دن بھر گھر ہی میں رہتی ہیں کہیں دھوپ میں آنے جانے کا ان کو کام نہیں پڑتا، رہا یہ کہ کھانے پکانے میں آگ کے سامنے بیٹھنا پڑتا ہے تو اکثر عورتیں جو روزہ دار ہوتی ہیں وہ اپنے ہاتھ سے کم پکاتی ہیں ان کے آگے خدمت کرنے کو مامائیں موجود ہوتی ہیں اور جن کو خود کام کرنا پڑتا ہے وہ یہ ترکیب کرتی ہیں کہ پہلے سالن کی ہانڈی تیار کر لیتی ہیں سالن پکانے میں آگ کے سامنے جم کر نہیں بیٹھنا پڑتا، ایک دفعہ آگ جلا دی ہانڈی رکھ دی اور چلتے پھرتے پکالی پھر جب عصر کا وقت ہو گیا گرمی کم ہوگئی، جلدی جلدی پندرہ بیس منٹ میں روٹی پکالی، اس لئے ان کو کھانا پکانے میں زیادہ دقت نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ روزہ کی سہولت کی یہ ہے کہ عموماً عورتوں کو کھانے کی حرص کم ہوتی ہے، ان کو عمدہ کھانا مرغوب نہیں ہوتا بس ان کی ہانڈی صرف مردوں (اور بچوں) کے خاطر پکتی ہے اگر کبھی مرد گھر پر نہ ہو تو یہ چٹنی پیس کر ہی گذر کر لیتی ہیں جب یہ اپنے نفس کو مارتی ہیں تو رفتہ رفتہ ان کی بھوک بھی مر جاتی ہے اس لئے روزہ میں ان کا کمال نہیں، اس میں تو مردوں کا کمال ہے کہ ہاؤ ہپ (کھانے میں بہت تیز) ہیں پھر روزہ رکھتے ہیں مگر افسوس کہ اب مردوں نے روزہ رکھنے میں ہمت ہار دی۔

پس میں عورتوں سے یہ تو نہیں کہتا کہ وہ روزہ نہیں رکھتیں، ہاں روزہ میں غیبت سے بچنے کو ضرور کہوں گا کیونکہ ان کا روزہ غیبت سے بہت کم پاک ہوتا ہے جب ان کو روزہ میں کھانا پکانے کا مشغلہ کم ہوتا ہے تو آپس میں محفل جما کر بیٹھتی ہیں اور تیری میری غیبت شکایت میں روزہ برباد کرتی ہیں۔

یوں تو غیبت ہر حال میں حرام ہے مگر روزہ کی حالت میں اس کا زیادہ گناہ ہے جیسے زنا کرنا حرام ہے اور مکہ معظّمہ میں کرنا سخت گناہ ہے کیوں کہ زمان و مکان کے

شرف سے جس طرح طاعات کا ثواب بڑھ جاتا ہے اسی طرح معاصی کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

بعض پان کھانے والی عورتیں یہ کوتاہی کرتی ہیں کہ سحری میں منہ کے اندر پان دبا کر سو رہتی ہیں اگر صبح تک منہ میں پان رہا تو روزہ نہیں ہوتا اس کی احتیاط بہت ضروری ہے۔[1]

روزے میں تو عورتیں بڑی بہادر ہیں چاہے، بیماری ہو یا تکلیف ہو اور حکیم بھی افطار کی اجازت دے دے مگر یہ روزہ قضاء نہیں کرتیں لیکن اس کے ساتھ روزہ میں غیبت بھی بہت کرتی ہیں کیوں کہ صبح سے دو پہر تک تو کچھ کام ہوتا نہیں بس بیٹھی ہوئی ادھر ادھر کی باتیں بناتی رہتی ہیں، اس لئے ان میں وہ عورتیں (اس وقت) بہت اچھی ہیں جن کو تمبا کو کی عادت کی وجہ سے روزہ بہت لگتا ہے (اگر چہ تمبا کو کھانا بہت برا) ہے کیوں کہ وہ روزہ میں ایک طرف کونہ میں سر ڈالے پڑی رہتی ہیں ان سے بغیر پان کھائے بات تک نہیں ہوسکتی، تو وہ ان قصوں سے یعنی غیبت وشکایت سے محفوظ رہتی ہیں۔

بہرحال عورتوں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دینے کی ضرورت نہیں اس کو تو عورتیں خود بڑے شوق سے کر لیتی ہیں البتہ روزے کے حقوق ادا کرنے کی ان کو تاکید کرتا ہوں کہ فضول گناہ کی باتوں میں روزہ کو برباد نہ کریں بلکہ قرآن پڑھا کریں، بزرگوں کی حکایتیں سنا کریں اور یہ بھی نہ ہو تو ایک طرف پڑ کر سو رہا کریں۔[2]

---

[1] الکمال فی الدین ص ۱۷۰ [2] التبلیغ علاج الحرص ۵۶

روزہ کا مقصد

اللہ میاں نے اس مہینہ میں ان چیزوں کو بھی حرام کر دیا ہے جو پہلے حلال تھیں پھر جو چیزیں پہلے ہی سے حرام ہیں وہ کس قدر زیادہ حرام ہوگئیں ہوں گی اللہ تعالیٰ نے تو روزہ رکھنے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ روزہ اس واسطے ہے کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

اب ہر شخص سوچ لے کہ رمضان میں پہلے سے کتنا زیادہ پرہیزگار ہو گیا پہلے کی حالت میں اور اب میں کتنا فرق ہوا۔

بے پردگی کو چھوڑ دیا یا نہیں، غیبت سے یعنی کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہنے سے رکا یا نہیں ؟ مگر دیکھا جاتا ہے کہ کوئی بات بھی نہیں چھوڑی دونوں حالتیں ایک سی ہیں کسی بات میں کچھ کمی نہیں ہوئی بس فقط ایک کام یہ کیا کہ کھانا کھانے کے وقت بدل دیتے ہیں کھانے میں کچھ کمی بھی نہیں کی جتنا پہلے کھاتے تھے اتنا ہی رمضان میں بھی کھاتے ہیں۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ ہم پر اس واسطے فرض کیا تھا کہ برائیاں کم ہو جائیں مگر ہم لوگوں نے کچھ کم نہ کیں، اللہ والے تو کھانا بھی اس مہینہ میں پہلے سے کم کھاتے ہیں خیر کھانا اگر پہلے کے برابر کھاؤ تو جائز ہے مگر گناہ تو کسی طرح جائز نہیں، لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ دن بھر گناہوں میں گھرے رہتے ہیں بلکہ بعض تو رمضان میں اور زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں اسی کو دیکھ لیجئے کہ (پانچوں وقت) کی نماز اپنے وقت پر ہوتی ہے یا نہیں؟ عموماً نماز کو وقت سے دیر کر کے پڑھنے کی عادت ہوگئی ہے (خصوصاً عورتیں کھانے اور افطاری کی تیاری میں عصر کی نماز میں بہت دیر کرتی ہیں) بہتیروں کی نماز قضا ہوتی ہے اور قضا نہ بھی ہو تو دیر تو ضرور ہو جاتی ہے۔

خوش ہیں کہ ہم نے روزہ رکھ لیا، بڑا تعجب ہے کہ نماز کو چھوڑ دیا بھلا صرف روزہ

اس کے لئے کیسے کافی ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشش کو اس قدر بڑھادیا کہ دس گنا دینے کا وعدہ فرمادیا اور ہم اس قدر گناہ کرتے ہیں کہ نیکیوں کو دس گنا کر دینے پر بھی ہمارے گناہ ہی زیادہ رہتے ہیں، چاہئے تو یہ تھا کہ نیکیاں بڑھی رہتیں اور اس کو بھی اگر جانے دیجئے تو برابر تو رہتیں جب ہماری یہ حالت ہے کہ وہ تو ایک نیکی کو دس نیکیاں بنادیتے ہیں اور پھر بھی ہمارے گناہ ہی بڑھے رہتے ہیں تو پھر ہمارا کیا حال ہونا چاہئے، اچھا اس کو بھی جانے دیجئے اگر ہم ہمیشہ گناہوں کو گھٹا نہیں سکتے تو رمضان میں تو ایسا کرلیا جائے کہ ہر عضو کو گناہ سے بچایا جائے۔[1]

[1] تسہیل المواعظ رمضان کا خالص رکھنا ص ۱/۷۶

باب ۸

روزہ کا نفع کم کھانے پر موقوف نہیں

بعض لوگوں نے (مثلاً امام غزالیؒ نے) لکھ دیا ہے کہ روزہ کا پورا نفع اس وقت ہوتا ہے جب کہ اور دنوں سے رمضان میں کم کھائے ورنہ روزہ کا کوئی نفع نہیں حالانکہ کتاب وسنت میں یہ مضمون کہیں نہیں ملتا ، اگر روزہ کا نفع اسی پر موقوف ہوتا تو حضور ﷺ ضرور کہیں نہ کہیں فرماتے یا قرآن میں کوئی آیت اس کے متعلق ہوتی بلکہ حق تعالیٰ نے فرمایا تو یہ فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَ بْيَضُ الاية (بقرہ) کھاؤ اور پیو بھی اس وقت تک کہ تم کو سفید خط یعنی نورِ صبح صادق ممیّز ہو جائے سیاہ خط سے یعنی صبح صادق طلوع ہو جائے۔

اس لئے رمضان میں کم کھانا کوئی مجاہدہ نہیں ہے بلکہ روزہ میں جو مجاہدہ ہوتا ہے وہ عادت کے خلاف کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ پیٹ سے زیادہ نہ کھائے۔[1]

---

[1] التہذیب ص ۵۲۵

امام غزالی وغیرہ سب نے لکھا ہے کہ روزہ سے قوت بہیمیہ گھٹ جاتی ہے، کیوں کہ لذتوں اور شہوتوں کو چھوڑنا پڑتا ہے اور یہی چیزیں گناہ کا باعث تھیں لیکن مجھے اس پر اشکال ہے وہ یہ کہ شہوتوں اور لذتوں میں کیا کمی ہوئی ہم پوچھتے ہیں کہ رات کو پیٹ بھر کھانا، بیوی سے مشغول ہونا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو قوت بہیمیہ کچھ بھی نہیں گھٹتی کیوں کہ رات کو بہت سے لوگ اس قدر کھالیتے ہیں کہ ایک دن کیا ڈیڑھ دن کی فرصت ہوجائے۔

اس تقریر پر تو روزہ کا نفع جب ہوتا کہ دن کی طرح رات کو بھی منہ بند ہوتا اور اگر ناجائز کہو تو نص (قرآن وحدیث) کے خلاف لازم آتا ہے، الغرض اس تقریر پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے جس کے لئے بڑے بڑے لوگوں کو ایک نئی اور بے دلیل بات کا قائل ہونا پڑا اور وہ یہ کہ رات کو بھی کم کھائے کیوں کہ اگر کمی نہ کی تو روزہ کی غایت حاصل نہ ہوگی (روزہ کا مقصد پورا نہ ہوگا) بظاہر یہ توجیہ رنگین اور اچھی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں حق سے دور ہے (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)[1]

رمضان میں کم کھانے کا حکم کسی آیت وحدیث میں نہیں

سوال یہ ہے کہ روزہ میں تقلیل طعام (یعنی سحری وغیرہ میں کم کھانے) کی ترغیب دی گئی ہے یا نہیں؟ اگر دی گئی ہے تو کہاں ہے؟ ہم نے تو باوجودیکہ بہت تلاش کیا، کہیں نہ پایا بلکہ پایا تو اس کے خلاف پایا۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَ بْيَضُ (بقرہ)

یعنی کھاؤ پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط یعنی صبح صادق کی روشنی ممتاز ہوجائے۔

---

[1] روح الصیام ص ۱۵۶

اور جن حدیثوں میں تقلیل طعام (یعنی کم کھانے) کی فضیلت آئی ہے وہ عام ہے روزہ کے ساتھ اس کی تخصیص نہیں ہوسکتی۔

سوال تو یہ ہے کہ رمضان میں خصوصیت کے ساتھ کم کھانے کی کیا دلیل ہے؟ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ نص (یعنی قرآن وحدیث) میں کم کھانے کی ترغیب نہیں دی گئی، یہ محض قیاس ہے، اس کی وجہ سے حضور ﷺ کی تعلیم پر شبہ ہوگا کہ اتنی بڑی بات آپ نے نہیں فرمائی۔

ہاں جمہور علماء کے قول پر کوئی اشکال نہیں ہوتا وہ یہ فرماتے ہیں کہ قوت بہیمیہ کو توڑنے والی شئ کم کھانا نہیں ہے بلکہ مجاہدہ ہے یعنی عادت کے خلاف کرنا (بے وقت کھانا) کہ جس وقت طبیعت کی کھانے کی عادت تھی اس وقت اس کو غذا نہیں پہونچے گی تو لامحالہ قوت بہیمیہ کمزور ہوگی۔[1]

خوب پیٹ بھر کھانے سے روزہ کی روح باطل نہیں ہوتی اگر ایسا ہوتا تو حضور ضرور اس سے منع فرماتے

تجربہ یہ ہے کہ روزہ میں گو وہ جاڑوں ہی کے روزے ہوں اور گو دِن بھی چھوٹا ہو، پھر بھی کچھ نہ کچھ مشقت (دشواری) ضرور ہوتی ہے گو ہم سحری میں کتنا ہی پیٹ بھر لیں اور یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کو جواب دینا مقصود ہے جنھوں نے سحری میں پیٹ بھر کر کھانے سے منع کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس سے روزہ کی روح باطل ہوجاتی ہے میں کہتا ہوں کہ (سحری پیٹ بھر کھانا) اگر روزہ کی روح کو باطل کرنے والا ہوتا تو حضور ﷺ ضرور اس سے منع فرماتے جیسا کہ آپ نے روزہ میں

[1] (روح الصیام ص ۱۵۶)

جھوٹ بولنے اور غلط کام کرنے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ وہ بھی روزہ کی روح باطل کرتے ہیں گو ظاہر میں جھوٹ بولنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے صرف ان ہی مفسدات کو بیان نہیں فرمایا جس سے روزہ کی صورت باطل ہو جاتی ہے (اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے) بلکہ ان باتوں کو بھی کہ بیان فرمایا ہے جن سے روزے کی روح باطل ہوتی ہے (مثلاً جھوٹ بولنا وغیرہ) تو اگر خوب پیٹ بھر کر کھانے سے روزہ کی حقیقت اور روح باطل ہوتی تو حضور ﷺ اس پر بھی تنبیہ فرماتے مگر حدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں ہے حالانکہ حضور ﷺ نے ہر ایسی بات کو جو دین میں نفع یا نقصان کی ہو، ہم کو ضرور مطلع فرما دیا ہے اور قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی چیز نفع والی نہ تھی جس سے میں نے تم کو باخبر نہ کر دیا ہے، اور کوئی چیز نقصان والی نہ تھی جس سے منع نہ کیا ہو پس ان حضرات کے قول کا ایک جواب تو یہ ہے۔[1]

کم کھانے کی کوئی دلیل نہیں اور پیٹ بھر کھانے کی دلیل موجود ہے

اگر کوئی فلسفی روزہ کو مشروع کرتا تو یہ کہتا کہ سحری میں کم کھانا چاہئے ورنہ مجاہدہ ناقص ہوگا وہ روزہ ہی کیا ہوا جس میں رات کو خوب پیٹ بھر لیا جائے مگر شریعت کہتی ہے کہ کم کھانا افضل نہیں اور جن صوفیاء نے (مثلاً امام غزالیؒ نے) کم کھانے کو افضل کہا ہے، یہ ان کی رائے ہے اور ہر رائے قبول نہیں ہوا کرتی اور میں بغیر کسی تامل کے (پورے اطمینان کے ساتھ) کہتا ہوں کہ ان حضرات کی رائے کا منشاء (اور اس کی دلیل) محض عقل کی اتباع ہے۔

[1] عصم الصنوف ص ۴۳۷

نقل (یعنی قرآن وحدیث) کی اتباع نہیں ورنہ کوئی حدیث دکھلائی جائے جس میں حضور ﷺ نے پیٹ بھر کے کھانے کو روزے کے لئے مضر بتلایا ہو۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ حدیث کے اشارہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں مومن کو زیادہ کھانا چاہئے اور میں اشارہ کا لفظ بھی احتیاطاً کہہ رہا ہوں ورنہ حدیث میں تقریباً اس کی صراحت ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں شَهْرٌ يُزْدَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ (مشکوٰۃ) کہ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اب بتلاؤ یہ زیادتی کھانے کے واسطے ہے یا رکھنے کے واسطے جب حق تعالیٰ ہی اس مہینہ میں رزق بڑھاتے ہیں تو ہم کو چاہئے کہ اس مہینہ میں اور مہینوں سے زیادہ کھایا جائے۔ (عصم الصنوف ص ۴۵۸)

رمضان میں پیٹ بھر کر کھانا شرعاً پسندیدہ ہے

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں هُوَ شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ کہ یہ مہینہ ہمدردی کا ہے مشاہدہ ہے کہ رمضان میں خود بخود دل تقاضا کرتا ہے کہ یار احباب اور دوستوں کو بھی کچھ بھیجا جائے جس کے گھر میں کوئی نئی چیز پکتی ہے وہ افطار کے وقت اپنے دوستوں کو بھی کھلانا چاہتا ہے، کسی کے یہاں سے پھلکیاں آتی ہے، کوئی جلیبی بھیجتا ہے، کوئی کباب بھیجتا ہے کوئی پھل اور میوہ جات بھیجتا ہے، اب بتلاؤ کہ کیا ان نعمتوں کو نہ کھائیں؟ جب خدا تعالیٰ نے یہ چیزیں کھانے کے لئے بھیجی ہیں ہم خود تو کسی سے مانگنے نہیں گئے تھے تو یہ صاف اس بات کی علامت ہے کہ حق تعالیٰ ہی نے ہمارے واسطے بھیجی ہیں تو کیا ان کو نہ کھائیں اور اٹھا کر رکھ دیں۔

حضرت اگر کوئی بادشاہ آپ کو امرود دے اور آپ یہ کہیں کہ میں تو زاہد ہوں میوے نہیں کھایا کرتا تو بادشاہ ناراض ہوگا ایسے ہی یہاں بھی زہد وتقویٰ بگھارنا اور حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی نعمتوں کو نہ کھانا ادب کے خلاف ہوگا۔[۱]

---

[۱] عصم الصنوف ص ۴۵۹

یہ زہد وتقویٰ آپ ہی کو مبارک ہو کہ حق تعالیٰ تو رمضان میں قسم قسم کی نعمتیں بھیجیں اور طرح طرح کے کھانے بھجوائیں اور آپ کہیں کہ میں تو زاہد ہوں متقی ہوں، میں تو زیادہ نہیں کھا سکتا جب حق تعالیٰ ہی رمضان میں رزق بڑھاتے ہیں اور نئے نئے کھانے بھجواتے ہیں تو ہم کو بھی اپنی خوراک بڑھانا چاہئے اور میں پورے انشراح و اطمینان کے ساتھ کہتا ہوں کہ سحری میں پیٹ بھر کر کھانے سے روزہ میں کوئی نقصان نہیں ہوتا، اور جن صوفیاء نے (مثلاً حضرت امام غزالیؒ نے) اس کو روزہ کی روح کے خلاف کہا ہے وہ اس قول میں فلسفیت کے رنگ سے مغلوب ہو گئے ہیں۔[1]

''مزید تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ''کلمۃ القوم فی حکمۃ الصوم'' ملحقہ بوادر النوادر ص ۷۶۹ تا ۷۷۵ ج ۲''

رمضان میں کم کھانے کے نقصانات

ہمارے زمانہ میں تو کم کھانا مفید تو کیا نقصان دہ ہے اس لئے کہ قویٰ (اعضاء) کمزور ہیں نیز حق تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو اس طرح کا محبت کا تعلق بھی نہیں رہا جیسا کہ پہلے تھا اس لئے زیادہ مجاہدہ کرنے میں کئی قسم کی خرابیوں کا اندیشہ ہے۔

اول تو عجب پیدا ہوگا (یعنی اپنے کو اچھا سمجھے گا کہ ہم نے بڑا کمال کیا اور دوسروں کو حقیر سمجھے گا)

دوسرے یہ شخص اپنے کو مستحق سمجھے گا کہ میں اتنا مجاہدہ کرتا ہوں مجھ کو ضرور کچھ ملنا چاہئے۔

تیسرے (کم کھانے سے) کمزوری اس قدر ہو جائے گی کہ فرائض میں خلل آنے کا احتمال ہے کم کھانے اور کم پینے ہی پر حق تعالیٰ کا قرب موقوف نہیں نفس کو تنگ نہ کرو، اس سے خوب کام لو خوب کھاؤ پیو بھی اور خوب کام بھی کرو۔[2]

---

[1] اعصم الصنوف ص ۴۶۱ [2] التہذیب ص ۵۲۵

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے معمولاتِ رمضان

(۱) رمضان میں روزہ عموماً مدرسہ مسجد میں مہمانوں کے ساتھ افطار فرماتے تھے اور اذان وقت شروع ہوتے ہی بہت ٹھیک وقت پر ہوتی تھی، اور اطمینان کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے، اذان اور جماعت کے درمیان اتنا وقت بخوبی ہوتا ہے کہ کوئی چاہے اطمینان کے ساتھ وضو کرلے اور تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے، اور محلّہ کے (قریب کے) لوگ اپنے گھروں پر افطار کر کے بخوبی تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتے تھے۔

(۲) حسب معمول مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر کھانا نوش فرماتے تھے اور عشاء کی نماز کے لئے روزانہ وقت کے قریب ہی کھڑے ہوتے تھے۔

(۳) تراویح نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھتے تھے اور بین الترویحات (یعنی ہر چار رکعت کے درمیان) اذکار مسنونہ ادا فرماتے، رکعات کے رکوع وسجود ایسے ہی ہوتے جیسے اور تمام نمازں کے (یعنی جلدی نہیں کرتے)

(۴) تہجد کے وقت بھی اکثر سری (یعنی آہستہ) اور کبھی جہری قرات کرتے تھے۔

(۵) اگر مسجد میں حالت اعتکاف میں ہوتے تو بسا اوقات حضرت کے پیچھے تہجد میں دو چار آدمی مقتدی بن جاتے اور حضرت اس کو منع نہیں کرتے، ہاں اس کا اہتمام بھی نہیں کرتے کہ تہجد جماعت کے ساتھ ہوا کرے بلکہ ایک مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ آنکھ ذرا دیر میں کھلی تو مقرر قرآن (یعنی جتنا پڑھنے کا معمول تھا) دو رکعت میں پڑھ کر فرمادیا: سحری کھالو پھر اگر وقت بچے تو اپنا اپنا تہجد پورا کرلو۔

(۶) تہجد کے بعد آرام فرما کر فجر کی نماز کے لئے حسب معمول اٹھ بیٹھتے تھے۔

(۷) اور دن ورات کے تمام معمولات برابر جاری رہتے۔[۱]

---

[۱] معمولات اشرفی ص ۴۵

باب ۹

افطار و سحر سے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات

(۱) رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (متفق علیہ)

(۲) اور رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی افطار کرے کیوں کہ وہ برکت کا سبب ہے پس اگر کھجور نہ پائے تو چاہئے کہ پانی سے افطار کرے کیوں کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔ (ترمذی)

(۳) آنحضرت ﷺ جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمۡتُ وَعَلٰی رِزۡقِکَ اَفۡطَرۡتُ

یعنی اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔

اور یہ بھی دعا پڑھتے:

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابۡتَلَّتِ الۡعُرُوۡقُ وَثَبَتَ الۡاَ جۡرُ اِنۡشَاءَ اللّٰه تَعَالٰی

یعنی پیاس بجھ گئی رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا (ابوداوٴد)[1]

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں

حدیث شریف میں آیا ہے

لِلصَّائِمِ فَرۡحَتَانِ فَرۡحَةٌ عِنۡدَ الۡفِطۡرِ وَفَرۡحَةٌ عِنۡدَ لِقَاءِ الرَّحۡمٰنِ .

(مشکوٰۃ شریف)

---

[1] خطبات الاحکام ص۱۴۹

ترجمہ: روزہ دار کے لئے دوخوشی ہوتی ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی اللہ تعالی سے ملاقات کے وقت ہوگی۔

اس حدیث کی تفسیر میں اکثر علماء نے یہی فرمایا ہے کہ افطار کے وقت جو فرحت ہوتی ہے وہ عمل پورا ہوجانے کی وجہ سے ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام لے لیا اور روزہ تمام آفتوں سے محفوظ ہوکر پورا ہوگیا اور بعض نے ظاہری سبب بیان کیا ہے کہ افطار کے وقت بھوک پیاس ختم ہونے اور عمدہ عمدہ غذائیں کھانے پینے سے خوشی ہوتی ہے تفسیر کا یہ اختلاف مذاق کے اختلاف پر مبنی ہے لوگوں کے مذاق مختلف ہیں کسی کو افطار کے وقت کھانے پینے کی خوشی ہوتی ہے اور کسی کو عمل پوار ہونے کی ہم جیسوں نے دنیوی فرحت پر محمول کیا اور اکابر نے فرحت دینیہ پر۔[1]

روزہ کی دعا اور اس کا لطف

ہمیں حضور ﷺ نے افطار کی جو دعاء تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی پانی کا ذکر ہے دعاء یہ ہے۔

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَ جْرُ اِنْشَاءَ اللّٰه تَعَالٰی

اور ایک یہ بھی دعا ہے اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

پہلی دعاء کے معنی یہ ہیں کہ پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہوگئیں اور خدا نے چاہا تو ثواب ثابت ہوگیا رہا یہ شبہ کہ سناتے کس کو ہیں؟

بات یہ ہے کہ کسی کو نہیں سناتے بلکہ اللہ میاں کی نعمت کو یاد کرتے ہیں زبان سے کہہ کر مزہ لے رہے ہیں، حضور ﷺ نے مجاہدہ بھی کرایا تو ایسا جس میں لطف ہے،

[1] النسو اں فی رمضان ص

دن بھر تو انتظار کا لطف اٹھایا اور شام کو روزہ افطار کرنے کے بعد تو سیرابی کی نعمت حاصل ہوگئی. زبان سے اس کا تذکرہ بھی ہوا واللہ عجیب لطف ہے نہ معلوم رمضان میں لوگ کیوں بے روزہ رہتے ہیں۔

میرے چار روزے بیماری کی وجہ سے قضا ہوئے تھے، دن میں کھاتے پیتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں نے چوری کی ہے حالانکہ میں نے کوئی برا کام نہیں کیا کیونکہ طبیب صاحب نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی تھی چار روزوں کے بعد پھر روزہ نہ رکھنے کا جی نہ چاہا اگرچہ ناغہ کے دنوں میں کھانا پینا کمزوری کی وجہ سے تھا کہ نہ کھانے سے کہیں کمزوری بڑھ جائے مگر صاحب واللہ اس کھانے پینے میں ہرگز وہ لطف نہ تھا جو افطار کر کے کھانے پینے میں آتا ہے۔

پانچویں روز دوا میں کچھ بے انتظامی ہوگئی، میں نے کہا جاؤ اب میں پیتا ہی نہیں، اور روزہ رکھ لیا میں تعجب کرتا ہوں ان لوگوں سے جو بلا عذر روزہ نہیں رکھتے، کیسے ان کا دل گوارہ کرتا ہے۔

بعض اسلامی ریاستوں میں سنا ہے کہ روزہ نہ رکھنے پر جرمانہ ہوا ہے یہاں تو یہ حالت ہے کہ بعض لوگ کھلم کھلا کھاتے پھرتے ہیں اور جوان کو ٹوکے اس سے صاف کہہ دیتے ہیں کہ جب اللہ کی چوری نہیں تو بندوں کی کیا چوری۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے لوگ بازار میں اپنی بیوی سے ہم بستر کیوں نہیں ہوتے کیونکہ جب اللہ میاں کی چوری نہیں تو بندوں کی کیا چوری اگر بازار والے دیکھ لیں گے تو کیا حرج ہے بلا عذر لوگوں کے سامنے کھاتے پیتے پھرنا اس کا تو کیا ذکر ہے، ادب تو یہ ہے کہ صاحب عذر بھی سب کے سامنے نہ کھائے۔

[1] مثلث رمضان، التبلیغ ص ۱۴۶/۸

سحری دیر میں کھانا اور افطار جلدی کرنا مستحب ہے

حق تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے، اس نے ہمارے جذبات کی کس قدر رعایت کی ہے شریعت کا حکم ہے کہ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے، اگر عقل سے فتویٰ لیا جاتا تو اس کا فتویٰ یہی ہوتا کہ سحری جلدی کرنا اور افطار دیر سے کرنا افضل ہے تا کہ نہ کھانے کا زمانہ زیادہ ہو جس سے مجاہدہ کامل ہوگا، اور جلدی افطار کرنے اور سحری دیر میں (بالکل اخیر وقت میں) کھانے کو عقل بے صبری اور حرص پر محمول کرتی کہ جب دن بھر روزہ رہے تو ایسی بھی کیا بے صبری کہ سورج ڈوبتے ہی کھانے میں ٹوٹ پڑے، ذرا وقار اور سکون و اطمینان کے ساتھ افطار کرنا چاہئے مگر شریعت خود ہی بغیر کسی کے پوچھے فتویٰ دیتی ہے کہ سحری دیر میں کھانے اور افطار جلدی کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔

اللہ نے کس قدر ہمارے جذبات کی رعایت کی ہے کیا یہ بھی خدا کے ذمہ ہے کہ وہ آپ کے جذبات کی رعایت کریں (یہ محض اللہ کی عنایت اور اس کا لطف وکرم ہے) اگر کوئی فلسفی عاقل روزہ کو مشروع کرتا تو یقیناً وہ یہی کرتا کہ جس حکمت کے لئے روزہ مشروع ہوا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ سحری جلدی اور افطار دیر سے کیا جائے تا کہ مجاہدہ کامل ہو، مگر شریعت اس کو منظور نہیں کرتی وہ تو افطار میں جلدی کرنے کو اور سحری دیر سے کھانے کو کمالِ صوم بتلاتی ہے۔

الغرض روزہ میں آسانی رکھی گئی ہے کہ شریعت نے دن بھر کھانا پینا بند کر کے یہ نہیں چاہا کہ کھانے کی مدت لمبی ہو، بلکہ افطار جلدی کرنے کو اور سحری دیر میں کھانے کو مستحب کہا اور حکم دیا کہ غروب ہوتے ہی افطار کرلو، اب دیر نہ لگاؤ اور سحری میں تاخیر کو مستحب کہ جتنا کھانے کا وقت دیا گیا ہے اس کو پوری طرح وصول کرو۔[1]

---

[1] عصم الصنوف ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۴۶۱

افطار کے اہتمام اور دعوت کی وجہ سے جماعت میں کوتاہی

ایک بہت بڑی کوتاہی یہ ہے کہ اکثر جگہ دیکھا جاتا ہے کہ افطار کے سامان میں جس کو عرف میں ''افطاری'' کہتے ہیں اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ اس کے کھاتے کھاتے مغرب کی جماعت بالکل یا کسی قدر فوت ہو جاتی ہے اور یہ بات قصداً اور اکثر ہوتی ہے جس میں شرعاً معذور بھی نہیں ہو سکتا۔

جماعت کی جو کچھ تاکید آئی ہے (مثلاً حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو لوگ مسجد میں نہ آ کر گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے گھروں میں جا کر آگ لگا دوں کتنی سخت وعید ہے) اس اعتبار سے یہ عادت (نیز یہ طریقہ گھر ہی پر افطار کر کے وہیں جماعت کر لی جائے) نہایت منکر (اور غلط) ہے۔

اول تو اس قدر اہتمام کیا ضروری ہے؟ دوسرے یہ بھی تو ممکن ہے کہ نماز کے بعد یہ شغل ہو، اور افطار کسی مختصر چیز پر ہو کر نماز میں حاضر ہو جائیں۔

اس کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ افطار خواہ لمبا ہو یا مختصر مسجد ہی میں ہونا چاہئے مکان پر روزہ کھولنے سے اکثر جماعت برباد ہوتی ہے پھر جب جماعت ملنے سے مایوسی ہو جاتی ہے اکثر لوگ گھر ہی پر نماز پڑھ لیتے ہیں تو روز روز مسجد کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔

اگر دو چار کی دعوت ہو تو وہ سب بھی مسجد میں جا سکتے ہیں کیا بندہ کے گھر پر جانا فخر اور خدا کے در پر حاضر ہونا عار ہے؟ اگر یہی خیال ہے تو یہ تمام افطار بے کار ہی بے کار ہے۔[1]

---

[1] اصلاح انقلاب ص ۱۳۸/۱

سحری میں ہونے والی بعض کوتاہیاں

بہت جلدی سحری کر لینا

اس میں غالباً دو کوتاہیاں ہوتی ہیں ایک تعجیل (یعنی سحری جلدی کرنے) کے متعلق، دوسری تاخیر کے متعلق اول کا بیان یہ ہے کہ اکثر لوگ آدھی رات سے سحری کھا کر بیٹھ رہتے ہیں، سو اول تو اس قدر تعجیل (یعنی جلدی سحری کرنا) شارع کے حکم کے خلاف ہے نیز سحری کی مشروعیت کی جو غرض ہے اس کے بھی خلاف ہے، اور وہ غرض یہ ہے کہ مسلمان اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں فرق رہے اور روزہ میں قوت اور طاقت رہے۔

دوسرے اکثر عوام کا یہ عقیدہ ہو جاتا ہے کہ جب سحری کھا کر روزہ کی نیت کر لی یا سو گئے تو اس کے بعد گو رات باقی ہی ہو، مگر اب کھانا پینا جائز نہیں سو یہ عقیدہ ایک اختراع فی الدین ہے (یعنی دین میں اپنی طرف سے نئی بات گھڑنا ہے) اس سے توبہ واجب ہے۔

بہت تاخیر سے بالکل اخیر وقت تک سحری کرتے رہنا

اور بعض لوگ خصوصاً جن کے پاس نقشے اور گھڑیاں بھی ہیں وہ سحری میں اس قدر تاخیر کرتے ہیں کہ بعض وقت یہ اشتباہ قوی ہو جاتا ہے کہ کہیں صبح صادق کے بعد تو نہیں کھایا گیا اس قدر مبالغہ ضرور بے احتیاطی ہے۔

بخاری کی حدیث کَالرَّاعِیُ یَرُعٰی حَوُلَ الْحِمٰی یُوُشِکُ اَن یَّقَعَ فِیُہِ اس سے صاف روکتی ہے اسی طرح گھڑیوں پر اتنا اعتماد کہ اس کی بنا پر اتنے بڑے فرض الٰہی کو خطرہ میں ڈالنے پر اقدام کر بیٹھے بڑی جسارت ہے اور تجربہ کے بھی

خلاف ہے کیوں کہ ہزاروں واقعات بڑی بڑی قیمتی گھڑیوں کی غلطی نکلنے پر شاہد ہیں (اس لئے مناسب ہے کہ گھڑی کے وقت کے لحاظ سے بھی دو چار منٹ پہلے ہی سحری کھانا بند کردے) اور بعض لوگ سحری تو مناسب وقت کھاتے ہیں مگر فضول حقہ، پان (بڑیا وغیرہ) میں اس قدر دیر لگاتے ہیں کہ روزہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے اور بعض لوگ پان منہ میں دبا کر سو جاتے ہیں، یہ سب بے احتیاطیاں ہیں۔[1]

گھڑی، جنتری کا حساب معتبر ہے یا نہیں

اسی طرح بعض لوگ اتنا تشدد کرتے ہیں کہ گھڑی ہی کو بدعت کہتے ہیں اور نماز روزہ میں اس کے حساب کو کسی درجہ میں معتبر رکھنے کو حرام سمجھتے ہیں یہ بھی حدود سے تعدی (زیادتی) ہے اس میں قول فیصل یہ ہے کہ اوقات کی معرفت میں اصل مدار علامات خاصہ ہیں (یعنی آسمانی علامات) اور ان علامات کی تحقیق میں جیسے مشاہدہ اور حس (یعنی دیکھنا اور محسوس کر لینا) معتبر ہے اسی طرح اس مشاہدہ اور حس کی مطابقت پر کوئی اصطلاح یا آلہ جس کا بار بار مشاہدہ سے صحیح اور مطابق ہونا معلوم ہوا ہو، مقرر کرلیں یا اور کوئی قدرتی چیز مطابق معلوم ہو اس کا اعتبار بھی جائز ہے اس بنا پر نہیں کہ یہ اس آلہ کی خصوصیت ہے۔ (یا نفس آلہ کو معتبر سمجھ لیا گیا) بلکہ اس بناء پر کہ چونکہ یہ آلہ ایسی علامتوں کے مطابق ہو گیا ہے جو شرعاً معتبر ہیں اس لئے اس کا بھی اعتبار کرلیا گیا پس گھڑی اسی قبیل سے ہے اس کی نظیر طبل سحور (سحری کے وقت طبلہ بجانا وغیرہ) ہے جس کے جواز اور معتبر ہونے کو فقہاء نے صراحۃً ذکر فرمایا ہے (یعنی صبح صادق کے لئے جو نقارہ بجایا جائے اس کا اعتبار کر لینے کی فقہاء نے تصریح فرمائی ہے) لیکن یہ بدل اصل کے برابر (یعنی آسمانی علامات) کے برابر نہیں ہوسکتا کیوں کہ اصل میں تو غلطی کا احتمال ہی نہیں، اور بدل میں (گھڑی میں اور نقارہ وغیرہ کے بجانے) میں غلطی کا احتمال ہے۔

---

[1] اصلاح انقلاب ص ۱۳۷

یہاں سے سحری میں مرغ کی اذان کا اور افطار کے وقت شپرک (چمگادڑ) کے نکلنے کا وقت (اور اس کا حکم) بھی معلوم ہوگیا کہ تجربہ کامل کے بغیر اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔[1]

وقت سے کچھ پہلے اذان دینے کا نظریہ غلط ہے

بعض مقامات میں سحری سے متعلق ایک بے عنوانی یہ دیکھی جاتی ہے کہ فجر کی اذان وقت سے پہلے ہی کہہ دیتے ہیں تا کہ سحری کھانے والے سحری کھانا چھوڑ دیں مگر جن ائمہ کے نزدیک وقت سے پہلے فجر کی اذان کافی نہیں، جیسے امام ابوحنیفہؒ وغیرہ ان کے نزدیک اس اذان کا اعادہ ضروری ہے (کیونکہ وقت سے پہلے ہوئی ہے) اور اگر اعادہ نہیں کیا جاتا تو صبح کی نماز بغیر اذان کے ہوتی ہے۔

دوسرے اگر لوگوں کو (اس کا علم ہوگیا اور) اس کی عادت ہوگئی اور ظاہر ہے کہ مؤذن نہ ایسے دیانت دار نہ اوقات کے ایسے واقف کار ہیں تو اگر کسی روز غلطی سے خلاف معمول صبح صادق کے بعد اذان ہوئی تو تمام لوگوں کے روزے اس اذان کے بھروسہ برباد ہوں گے، اس لئے مصلحت یہ ہے کہ اذان ایسے وقت کہی جایا کرے کہ اس اذان کے اعتماد پر کوئی شخص سحری نہ کھائے پھر خود ہی ہر شخص اپنے طور پر تحقیق کر کے اس پر عمل کرے گا۔[2]

---

[1] اصلاح انقلاب ص ۱۳۷ [2] اصلاح انقلاب ۱۳۷

چند مفاسد جن میں ابتلاء عام ہے

چودہویں روزہ میں افطاری کا زیادہ اہتمام کرنا

(۱) ایک دستور رمضان شریف میں یہ ہے کہ چودھویں روزہ کو خاص طور پر (افطار اور کھانے وغیرہ کا خوب اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کو ثواب کی بات سمجھا جاتا ہے، شریعت نے جس بات کو ثواب نہ کہا ہو اس کو ثواب سمجھنا خود گناہ ہے اس واسطے اس کو بھی چھوڑنا چاہئے۔

بچہ کی روزہ کشائی کی رسم

(۲) ایک دستور یہ ہے کہ بچہ جب پہلا روزہ رکھتا ہے تو چاہے کوئی کیسا ہی غریب ہو، لیکن قرض کر کے بھیک مانگ کر روزہ کشائی کا بکھیڑا (دعوت وغیرہ) ضرور ہوگی جو بات شریعت میں ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا بھی گناہ ہے، اس واسطے ایسی پابندی چھوڑ دینا چاہئے۔ (بہشتی زیور۶/۵۸)

یہ تواضع نہیں نعمت کی ناقدری ہے

(۳) بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کیا ہماری نماز اور کیا ہمارا روزہ یہ کہنا بھی فضول ہے، ایسی تواضع بھی اچھی نہیں ہوتی جس سے ناشکری اور ناقدری ہو جاتی ہو، اگرچہ ہماری یہ عبادتیں جیسی ہونی چاہئے تھی ویسی نہیں مگر یہی نماز اور یہی روزہ جس کو ہم بے کار سمجھتے ہیں حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑی دولت ہے۔ (شعبان ص۷۵)

چند غلط مشہور مسئلے

(۱) مشہور ہے کہ ایک روزہ رکھنا اچھا نہیں، اس مشہور کی بھی کچھ اصل نہیں ہے۔

(۲) عوام میں مشہور ہے کہ جو شخص شش عید کے روزے رکھنا ہے اس کو چاہئے کہ ایک روزہ ضرور عید سے اگلے ہی دن رکھے ورنہ پھر وہ روزے نہ ہوں گے سو یہ بالکل بے اصل ہے بات ہے۔

(۳) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نفل روزے کی سحری نہیں ہوتی یہ بھی غلط ہے، اس میں فرض و نفل روزے سب برابر ہیں۔

(۴) بعض عوام سے سنا گیا ہے کہ نفل روزہ مغرب کی نماز کے بعد افطار کرے، سو اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔[۱]

غیر مسلموں کی بھیجی ہوئی افطاری کا حکم

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ہندو اگر افطاری میں مٹھائی بھیجے تو اس کا کھانا کیسا ہے؟ فرمایا! فتویٰ کی رو سے جائز تو ہے مگر مجھ کو غیرت آتی ہے کہ کل کو یوں کہنے لگیں کہ اگر ہم مدد نہ کرتے تو کیسے بہار ہوتی۔

مسجد میں ایسے موقع پر ان کے شریک کرنے سے دو خرابیاں ہیں۔ ایک تو امتنان (یعنی کافر کا احسان لینا) دوسرے مسلمانوں میں کرم (وسخاوت کا مزاج) غالب ہے اور سوچتے سمجھتے ہیں نہیں پھر ان کے تیہواروں میں مدد دینے لگتے ہیں، اور ہندوؤں کا طریقہ یہ ہے کہ اول تو احسان کرتے ہیں پھر اپنا کام بناتے ہیں۔[۲]

(خلاصہ یہ کہ) دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ایک تو یہ کہ وہ دینے والے ایسے نہ ہوں کہ دے کر احسان جتلا دیں۔

دوسرے یہ کہ اس سے مسلمان متاثر ہو کر ان کے مذہبی چندہ میں شریک نہ ہونے لگیں، ورنہ پھر جائز نہیں۔[۳]

---

[۱] اغلاط العوام ص۲۷ [۲] ملفوظات اشرفیہ ص۳۰۲ طبع پاکستان [۳] الافاضات الیومیہ ص۲/۹۸

اصولی بحث

ہدایہ وغیرہ کتب فقہ کی کتاب الوصیۃ میں تصریح ہے کہ کافر کی وصیت ایسے امر کے ساتھ جواس کے اور ہمارے نزدیک قربت (یعنی کارخیر اور ثواب) ہے جائز ہے، پس اس بناء پر اگر کوئی ہندو اپنے اعتقاد میں اس کو قربت اور ثواب سمجھتا ہے تو اس قاعدہ کلیہ کے تحت جائز ہونا چاہئے۔[1]

دلائل کی روشنی میں مسئلہ کی تحقیق یہی ہے کہ اگر کافر اپنے مذہب کی رو سے اس کو ثواب سمجھے تو اجازت دے دی جائے ورنہ نہیں۔

البتہ اگر اجازت دینا کسی اسلامی مصلحت کے خلاف ہو تو اجازت نہ ہوگی۔

(بیان القرآن ص۱۰۲/۴ سورہ توبہ پ۱۰)

دوسرے جواز وعدم جواز سے قطع نظر اس میں مجھے یہ خیال بھی ہے کہ اس صورت میں اسلام پر کافر کا احسان ہوتا ہے اور یہ مناسب نہیں۔[2]

مذکورہ تفصیل سے ان دعوتوں کا حکم بھی واضح ہوگیا جو سیاسی لوگوں کی طرف سے افطار پارٹی کے نام سے ہوا کرتی ہیں حکم ظاہر ہے کہ جب مقصود قربت وثواب نہیں بلکہ سیاست ہے یا کافر داعی کی طرف سے احسان جتلانے اور اپنا مطلب نکالنے مثلاً ووٹ لینے کا اور مسلمانوں کی طرف سے اس کا عوض دینے کا خطرہ ہے تو ایسے حال میں کیسے اس کی اجازت ہوسکتی ہے، خصوصا جب کہ مسجد کی جماعت بھی فوت ہوتی ہو۔

(مرتب)

---

[1] امداد الفتاویٰ ص۲/۶۶۵ [2] مقالات حکمت ص۲۹۷

فصل

سحری کا آخری وقت اور صبح صادق کی علامت

جب صبح صادق ہونے والی ہوتی ہے تو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے جو نہایت لطیف اور بعض موسموں میں خوشبودار بھی ہوتی ہے، اس کے تین چار جھونکے نہایت تیز چلتے ہیں اس کے ساتھ ہی مطلع پر خفیف سا چاندنا ہوتا ہے تقریبا چار منٹ تک یہی کیفیت رہتی ہے پھر یہ روشنی بلند ہو کر تیز اور صاف ہو جاتی ہے پھر تقریباً ۳ منٹ میں نیچے کی طرف تاریکی آجاتی ہے اور افق پر اندھیرا چھا جاتا ہے پھر یہ روشنی شمالاً جنوباً آہستہ آہستہ پھیلتی ہے، یہی صبح صادق ہے۔ یہ دودھ کی طرح نیلا ہٹ لئے ہوئے ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورج نکل آیا ہے، بعض اوقات اس سے شبہ ہو جاتا ہے۔[1]

صبح صادق اور سحری کے آخری وقت کی شناخت

صبح صادق کا قاعدہ بتلاتا ہوں اس کو دیکھنا پڑے گا اکثر قاعدہ یہ ہے کہ قمری مہینہ کی ۲۶ شب کو (یعنی چاند کی ۲۵/تاریخ کے بعد جو رات آتی ہے اس رات میں) طلوع قمر کے ساتھ صبح صادق ہوتی ہے (یعنی جب چاند نکلتا ہے وہی وقت صبح صادق اور فجر کا وقت ہوتا ہے۔) اسی طرح ۱۲/شب کو (یعنی چاند کی ۱۱/تاریخ کے بعد جو رات آتی ہے اس رات کو) غروب کے ساتھ صبح صادق ہوتی ہے (یعنی جب چاند غروب ہوتا ہے وہی وقت طلوع صبح صادق اور فجر کا وقت ہوتا ہے)

ان دونوں راتوں میں سے جس رات میں دل چاہے صبح صادق کا وقت دیکھ کر گھڑی سے طلوع شمس تک کا فاصلہ دیکھ لیجئے، اتنا ہی فاصلہ اس روز غروب شمس اور عشاء کے ابتداء وقت میں ہوگا۔[1] (شرف التقویم تصحیح کردہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

فی احیاء العلوم باب النوافل ویعرف الفجر الصادق بالقمر لیلتین من الشهر فان القمر یطلع مع الفجر لیلة ست وَ عِشرین ویطلع الصبح من غروب القمر لیلة اثنی عشر من الشهر هذا هوا لغالب ویتطرق علیه تفاوت فی بعض البروج [1]

ہر موسم میں سحری کا آخری وقت اور فجر کا شروع وقت

سوال ۱۴۱:- رمضان کے وقت میں کتنے وقت تک سحری کھانا درست ہے؟

الجواب:- ہیئت کے قاعدہ سے طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں اور فقہاء نے احتیاط کی ہے کہ غروب سے طلوع تک کل وقت جتنا ہے، اس کو سات حصوں پر تقسیم کیا ہے چھ حصہ میں سحری کھا سکتے ہیں۔ [2]

اگر کسی کو طلوع صبح صادق غروب شفق ابیض نقشہ سے یاد نہ رہے وہ ہر موسم میں طلوع شمس سے پونے دو گھنٹہ بعد عشاء کی اذان و نماز پڑھے کبھی غلطی نہ ہوگی۔ [3]

گھنٹہ گھڑی کی شرعی حیثیت

گھنٹہ گھڑی وغیرہ خود مقصود نہیں بلکہ مقصود مخصوص اوقات ہیں اور وہ شناخت اوقات (یعنی نمازوں کے اوقات کو پہچاننے) کا ایک آلہ ہے جو سہولت کے لئے معتبر سمجھا جاتا ہے جیسا کہ بعض اوقات تحری قلب کو معیار قرار دیتے ہیں، اور اصل میں گھنٹہ گھڑی تحری قلب میں معین و مددگار ہیں پس یہ متعارف طریقہ بلا تکلف و بلا تردد جائز ہے بلکہ مستحسن و سنت کے موافق ہے۔ [4]

---

[1] بیاض اشرفی ص ۱۳ [2] امداد الفتاویٰ ص ۲/۹۶ [3] بوادر النوادر ص ۲/۴۳۰ [4] امداد الفتاویٰ ۱/۱۵۶

اذان گھڑی کے اعتبار سے ہونا چاہئے یا آسمانی علامت کے اعتبار سے

سوال:-اذان گھڑی کے اعتبار سے ہونا چاہئے یا آسمانی علامت کے اعتبار سے؟

الجواب:- اصل تو آسمانی علامات ہیں لیکن اگر گھڑی آسمانی علامات کے ساتھ مطابق ہو یقینی طور پر یا ظن غالب کے طور پر تو گھڑی پر بھی عمل جائز ہے۔ کطبل السحور (اور گھڑی وغیرہ کا استعمال) فی نفسہ مباح ہے اور طاعت میں معین بننے کی نیت سے موجب اجر ہے بشرطیکہ اور کوئی امر مانع نہ ہو، مثلاً چاندی کا کیس (یا چین ہونا)[1]

ہر جنتری پر عمل نہ کرنا چاہئے

سحر و افطار کے نقشے جنتریوں میں دیکھ کر اس پر بلا تحقیق عمل نہ کرنا چاہئے اول تو اس وجہ سے کہ خاص نقشہ خاص بلد (شہر) کے اعتبار سے ہوگا پھر اس میں بھی جب تک کسی معتبر عالم کی تصدیق نہ ہو، نقشہ بنانے والے پر اعتماد جائز نہیں خصوصاً جب کہ وہ فن نہ جانتا ہو، اور نہ متدین (دیندار) ہو جیسا کہ اس وقت غالب حالت یہی ہے[2]

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۱۵۷/۱۱ اصلاح انقلاب ص ۱۳۶/۱ [2] تعدیل التقویم ص ۷

دائمی جنتری

صبح صادق کی معرفت بغیر تجربہ، اور مثلین کی معرفت بغیر حساب کے نہیں ہوتی (اور عام لوگوں کو اس کے سمجھنے میں بہت دشواری ہوتی ہے) (اس لئے آسانی کے واسطے) بعض تاریخوں کی صبح صادق اور مثلین کا وقت اور طلوع شمس وغروب شمس (کا وقت) نقشہ میں لکھا جاتا ہے بقیہ تواریخ کا وقت بھی کہیں منٹوں کے گھٹانے سے کہیں بڑھانے سے معلوم ہوسکتا ہے اس انداز کے لئے خود نقشہ کے خانوں کی نسبت کا فرق کافی ہے۔

(اس نقشہ سے فجر کا وقت صبح صادق سے اور اس کا آخری وقت طلوع شمس سے اور ظہر کا وقت نہار عرفی کا حساب لگانے سے یعنی طلوع شمس غروب شمس تک کا درمیانی وقت جو زوال کہلاتا ہے اس کے بعد سے، اور ظہر کا آخری وقت اور عصر کا ابتدائی وقت مثلین اور مغرب کا وقت غروب شمس سے معلوم ہوسکتا ہے۔

(اور چونکہ) جتنا فرق صبح صادق (فجر کے وقت) اور طلوع شمس میں ہوتا ہے اتنا ہی غروب شمس وغروب شفق ابیض میں ہوتا ہے پس اس نقشہ سے عشاء کا وقت بھی جو کہ شفق ابیض کے غروب پر ہوتا ہے معلوم ہوسکتا ہے۔[1]

تنبیہ:- شفق میں بھی چونکہ اختلاف ہے اس لئے محققین نے تاکید فرمائی ہے کہ مغرب کی نماز شفق احمر کے غروب سے پہلے پہلے ادا کرنا نہایت ضروری ہے اور عشاء کی اذان اور نماز شفق ابیض کے غروب کے بعد ہونا لازم ہے جو لوگ اس کا خیال نہیں کرتے وہ بے احتیاطی میں مبتلا ہیں۔[2]

---

[1] بوادر نادرہ ص ۷۴۷ ص ۴۳۰ [2] اشرف التقویم

نقشہ

مہینہ اور تاریخ	صبح صادق یعنی ختم سحر و فجر شروع		طلوع شمس ختم فجر		غروب شمس مغرب شروع		مثلین یعنی ختم ظہر اور عصر شروع	
	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
یکم جنوری اور ۱۰؍دسمبر	۵	۲۵	۶	۵۰	۵	۱۰	۳	۶۳
۱۵؍جنوری اور ۲۶؍نومبر	۵	۲۳	۶	۴۷	۵	۱۳	۳	۹۳
یکم فروری اور ۹؍نومبر	۵	۱۴	۶	۳۶	۵	۲۴	۳	۹۳
۱۵؍فروری اور ۲۷؍اکتوبر	۵	۸	۶	۲۷	۵	۳۳	۴	
یکم مارچ اور ۱۱؍اکتوبر	۴	۵۳	۶	۱۳	۵	۴۷	۴	۱۱
۱۵؍مارچ اور ۲۸؍ستمبر	۴	۴۱	۶	۱	۵	۵۹	۴	۲۱
یکم اپریل اور ۸؍ستمبر	۴	۲۵	۵	۴۵	۶	۱۵	۴	۳۲
۱۵؍اپریل اور ۲۷؍اگست	۴	۱۱	۵	۳۳	۶	۲۷	۴	۳۹
یکم مئی اور ۱۲؍اگست	۳	۵۴	۵	۲۱	۶	۳۹	۴	۴۴
۱۵؍مئی اور ۲۸؍جولائی	۳	۳۹	۵	۸	۶	۵۰	۴	۵۰
یکم جون اور ۲؍جولائی	۳	۲۳	۴	۵۹	۷	۱	۴	۵۶

ضروری ہدایت

یہ نقشہ بالا ان مقامات میں تو بلا کسی قید کے کام دے سکتا ہے جہاں کا طلوع وغروب یہاں کے (یعنی تھانہ بھون کے) طلوع وغروب کے مطابق ہو، اور جن

مقامات کا طلوع وغروب یہاں سے مقدم یا مؤخر ہو وہاں بھی ایک قید سے کام دے سکتا ہے۔

وہ قید یہ ہے کہ وہاں کے دن کی مقدار یہاں کے دن کے برابر ہو اور وہاں کی رات کی مقدار یہاں کی رات کی مقدار کے برابر ہو، اگر چہ طلوع وغروب یہاں کے موافق نہ ہو، تو اگر کسی ایسے مقام میں اس نقشہ سے کام لینا چاہیں تو یہاں کے اور وہاں کے نصف النہار (یعنی زوال کے وقت) میں تقدیم وتاخیر کا فرق دیکھ کر اس فرق کے حساب سے کام میں لائیں۔[1]

کتنی دوری میں وقت بدل جاتا ہے

جن شہروں میں شرقاً وغرباً (یعنی پورب پچھّم میں) ایک ہزار میل کا فاصلہ ہو ان میں ایک گھنٹہ کا تفاوت ہوتا ہے (مثلا جو شہر دیوبند سے ایک ہزار میل مشرق کی جانب پورب) میں ہے وہاں دیوبند سے ایک گھنٹہ پہلے غروب ہو جاتا ہے اور جو مغرب (یعنی پچھّم میں ہے وہاں ایک گھنٹہ بعد غروب ہوتا ہے۔

اور شمال جنوب (اتر، دکھن) میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ شہروں کا فاصلہ نقشوں کے پیمانہ کے حساب سے معلوم ہو سکتا ہے۔[2]

---

[1] بوادر النوادر ص ۲/۴۳۱ [2] بیاض اشرفی ص ۷

باب۱۰
رمضان اور قرآن پاک

تلاوت قرآن کی حقیقت واہمیت

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو تمام بھلائیوں کو جامع ہے تمام خوبیوں سے قطع نظر محض کلام اللہ ہی ہونے کا مقتضی یہ ہے کہ ہم جیسے ناچیز بندوں کی اس (شاہی کلام) تک رسائی بھی نہ ہوتی کہاں وہ کلام مقدس اور کہاں ہم حقیر بندے، دیکھ لیجئے دنیا کے ذرا ذرا سے بادشاہوں کے دربار کی حاضری کے لئے لوگ کتنی کتنی کوششیں کرتے ہیں اور عمریں گذار دیتے ہیں تب کہیں سلام کرنے کا موقع ملتا ہے اور جس کو ایک دو بات کرنے کا موقع مل گیا وہ اپنے آپ کو کتنا کچھ سمجھنے لگتا ہے اور تمام سلطنت بھر میں اس کی کتنی عزت ہوجاتی ہے جب شاہان دنیا کے کلام کی یہ عزت ہے تو بادشاہِ شاہان اور احکم الحاکمین کے کلام کی کتنی عظمت ہونی چاہئے شاہان دنیا کا کلام دو چار برس کی تمنا اور کوششوں کے بعد میسر ہوتا ہو تو کلام الٰہی اگر کچھ بھی نہیں تو دو چار برس کی محنت کے بعد نصیب ہونا چاہئے۔

مگر نہیں حق تعالیٰ کی کس قدر رحمت ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں اپنی کتاب دے دی، اور عام اجازت دے دی کہ جس کا جس وقت جی چاہے ہم سے باتیں کرے پھر صرف اجازت ہی نہیں بلکہ بندوں سے مطالبہ بھی ہے کہ باتیں کرو۔ یعنی تلاوت کرو کیوں کہ (تلاوت کرنا گویا اللہ سے باتیں کرنا ہے، حدیث پاک کا مضمون ہے) اب ہم بندے اپنی ذلت اور احکم الحاکمین کی عزت کو پیش نظر کر کے دیکھیں کہ یہ باتیں کرنے کی فرمائش کیا چیز ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ محض حق تعالیٰ کا فضل ہے، معلوم ہو گیا ہوگا کہ تلاوت کتاب اللہ کی حقیقت اللہ میاں سے باتیں کرنا ہے اب اس آیت

میں فرماتے ہیں کہ ہم سے باتیں تو کروگے مگر قاعدہ اور ادب کے ساتھ کرنا۔[1]

رمضان اور قرآن کا خصوصی تعلق

قرآن کو رمضان سے خصوصیت اس طرح سے ہے کہ اس میں ایک بار ختم کرنا سنت ہے نیز اگر ختم نہ بھی ہو پھر بھی تراویح کے ضمن میں جس قدر پڑھا جائے گا خواہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ہی سے ہو وہ غیر رمضان سے تو زیادہ ہوا و یہ قرینہ ہے خصوصیت کا۔

پھر ایک حدیث میں ہے کہ قرآن اور روزہ ہر ایک شفاعت کرے گا اگر خصوصیت نہیں تو قرآن روزہ کے ساتھ کیوں جوڑا گیا۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ ہر رمضان میں آپ قرآن کا دور کرتے تھے یعنی جتنا سال بھر میں نازل ہو چکا تھا اس کا دور فرمالیا کرتے تھے اور وفات کے سال آپ نے دو دفعہ دور کیا ہے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو رمضان کے ساتھ خاص خصوصیت ہے۔[2]

قرآن شریف کو شروع ہی سے رمضان سے خصوصی تعلق ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ

ماہِ رمضان جس میں قرآن نازل کیا گیا، اس آیت سے قرآن نازل ہونے کے اعتبار سے خصوصیت ثابت ہوئی۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حضور ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے رمضان ہی میں قرآن کا دور کرتے تھے نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ رمضان میں ایک قرآن ختم کرنا تراویح میں مسنون ہے، ان تمام نصوص سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت رمضان مین زیادہ مطلوب ہے، یہ خصوصیت تو تشریعی اعتبار سے ہے تکوینی خصوصیت یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں ہر شخص خود بخود قرآن کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔[3]

---

[1] الرفیق الی سواء الطریق ص ۲۹/۳ [2] اجر الصیام من غیر الضرام ملحقہ التبلیغ ص ۱۹/۸۳ [3] روح القیام ملحقہ برکات رمضان ص ۱۲۰

قرآن مجید کی تلاوت رمضان کی خصوصی عبادت ہے

رمضان المبارک میں روزہ کے علاوہ اور بھی چند عبادتیں مشروع ہیں ایک عبادت اس کے اندر تلاوت قرآن مجید کی کثرت کی ہے اس کی طرف قرآن ہی میں اشارہ ہے کیوں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد سے رمضان شریف میں قرآن مجید کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ (بقرہ پ ۲)

اس سے تلاوت قرآن مجید کی رمضان شریف کے ساتھ مناسبت ظاہر ہوتی ہے باقی خاص رمضان المبارک میں تلاوت کی کثرت کی، حدیث قولی یا فعلی میری نظر سے نہیں گذری لیکن میری نظر وسیع نہیں ممکن ہے کوئی روایت ہو جو میری نظر سے نہ گذری ہو لیکن ایک سنت اس وقت میرے ذہن میں ہے اس سے استدلال کرنا کافی ہوگا وہ یہ کہ حضور ﷺ ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے اور جس سال حضور ﷺ نے وصال فرمایا اس سال رمضان میں جبرئیل علیہ السلام نے دو بار دور کرایا چنانچہ آپ نے اس سے قرب وفات پر استدلال فرمایا یعنی معلوم ہوتا ہے کہ میرے لئے اگلا رمضان آنے والا نہیں ہے، میں اس وقت تک زندہ نہیں رہوں گا اسی لئے دو دفعہ دور کرایا گیا تا کہ اگلے رمضان کا دور بھی اسی رمضان میں ہو جائے۔

اب یہ ظاہر بات ہے کہ یہ دور جو ہر سال رمضان المبارک میں ہوا کرتا تھا تراویح کے علاوہ ہوتا تھا لہذا اس سنت سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کی مطلوب عبادتوں میں سے ایک عبادت تلاوت قرآن مجید کی کثرت بھی ہے۔

دوسرے اس حدیث سے بھی کہ رمضان شریف مین اور دنوں سے زیادہ آپ

(عبادت میں) کوشش فرماتے تھے اور تلاوت تو ہمیشہ مطلوب ہے تو رمضان میں زیادہ مطلوب ہوگی (اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں تلاوت زیادہ کرنا چاہئے)[1]

قرآن اور روزہ دونوں سفارش کریں گے

بیہقی کی ایک حدیث میں ہے کہ قرآن اور روزہ دونوں سفارش کریں گے قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو سونے نہیں دیا اس لئے میری سفارش قبول فرما کر اس کو بخش دیجئے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ پوری رات بیدار رہے کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی عادت نہ تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ بہ نسبت اور دنوں کے کم سونے دیا، چنانچہ کلام اللہ میں ہے۔

قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (ذا ريات پ ٢٦)

وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

زہد وتقویٰ میں کوشش کرو، لیکن رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھو رسول سے آگے نہ بڑھنا یہی کمال ہے، پس ساری رات جاگنا ضروری نہیں۔

یہ مضمون قرآن شریف کی تلاوت سے متعلق تھا۔

روزہ کہے گا میں نے دن میں کھانے پینے سے روکا، اس طرح دونوں شفاعت کریں گے اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں صرف روزہ کافی نہیں بلکہ قرآن بھی پڑھا کرو جس کا سہل طریقہ اس مہینہ میں تراویح (میں قرآن سننا ہے)[2]

---

[1] ومضان فی رمضان ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۱۳۰ [2] ندائے رمضان ص ۹۸ ص ۱۰۰

رمضان میں ذکر سے زیادہ تلاوت قرآن پاک کا اہتمام کرنا چاہئے

میں ذاکرین کے واسطے ماہ رمضان المبارک میں قرآن پاک کی تلاوت کو ذکر سے افضل سمجھتا ہوں میرا یہ مطلب نہیں کہ ذکر نہ کریں وہ بھی کریں مگر قرآن کی تلاوت زیادہ کریں کیوں کہ ذکر تو بارہ مہینے یکساں ہے اور رمضان میں قرآن پڑھنے میں خاص برکتیں نازل ہوتی ہیں جس طرح مکہ میں جا کر طواف کثرت سے کرنا چاہئے اور بھی عبادتیں کرنا چاہئے مگر طواف سب سے زیادہ کرنا چاہئے۔

اسی طرح رمضان میں قرآن (زیادہ پڑھنا چاہئے)[1]

قرآن پاک کے حقوق وآداب

تلاوت قرآن کے حقوق وآداب دو طرح کے ہیں ظاہری اور باطنی۔

اس کی ایک مثال دیئے دیتا ہوں جس سے اچھی طرح توضیح ہوجائے گی فرض کیجئے کہ بادشاہ کسی کے ہاتھ میں شاہی قانون دے کر کہے اس کو پڑھو تو اس کی حالت پڑھنے کے وقت یہ ہوگی کہ ہر ہر لفظ کو صاف صاف پڑھے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا پڑھنا بادشاہ کو ناپسند ہو واور اس کے معنی ومفہوم کو بھی سمجھتا جائے گا، ایک تو اس خیال سے کہ شاید کہیں بادشاہ پوچھ بیٹھے کہ کیا مطلب سمجھا؟ تو خفت (شرمندگی) نہ ہو اور ایک حالت پڑھنے والے کی یہ ہوگی کہ دل میں اس قانون کے احکام کی تعمیل کا بھی ارادہ ہوگا، اور یہ کسی قرینہ سے ظاہر نہ ہونے دے گا کہ میں اس کی پابندی میں کچھ کوتاہی کرتا ہوں بلکہ حال وقال سے یہی ثابت کرے گا کہ میں سب سے زیادہ تعمیل کرنے والا ہوں۔

---

[1] روح القیام ملحقہ برکات رمضان ص ۱۲۱

پس اس مثال کو ذہن میں رکھئے اور سمجھئے کہ قرآن شریف کی تلاوت میں بھی اسی طرح کے تین مرتبے ہیں ایک مرتبہ ظاہری الفاظ کا ہے، یعنی ہر ہر حرف کو علیحدہ علیحدہ صاف صاف اور اپنے مخرج سے ادا کرنا اور ایک مرتبہ معنی کا ہے یعنی الفاظ کے مدلول (یعنی معنی و مفہوم) کو سمجھ لینا یہ نہیں کہ خیال کہیں ہے صرف طوطے کی طرح لفظ ادا کردیئے یہ مرتبہ حق باطنی کا ہے اور ایک مرتبہ اس سے بھی ابطن ہے وہ اس کے احکام پر عمل کرنا ہے جب یہ تینوں باتیں جمع ہوں گی تب کہا جائے گا کہ تلاوت کا حق ادا ہوگیا غرض کل تین حق ہوئے ایک حق ظاہری یعنی تلاوت، دوسرا حق باطنی یعنی معنی سمجھ لینا، تیسرا عمل کرنا، یہ بمقابلہ دوسرے کے بھی باطن ہے، اور ان تینوں میں وجود کے اعتبار سے سب سے مقدم ظاہری حق ہے اور سب سے زیادہ مؤکد تیسرا درجہ ہے یعنی عمل۔[1]

تلاوت کا اہم ادب جو تمام آداب کو جامع ہے

فرمایا: آداب تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ہی ادب بیان کرتا ہوں جس میں سب آجائیں اور وہ یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش فرمائی ہے کہ تم پڑھو ہم سنتے ہیں تو جس طرح کسی کو سنانے کے وقت خاص اہتمام سے سنوار سنوار کر پڑھتا ہے ویسا پڑھنا چاہئے۔

اس میں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اس طرح سنوار کر پڑھنے سے پھر جلدی تلاوت نہ ہوسکے گی تو تلاوت کی مقدار کم ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ پڑھنے والا یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی یہ فرمایا ہے کہ اس طرح پڑھو۔[2]

---

[1] الرفیق الی سواء الطریق ص ۱۳۱/۳ [2] الکلام الحسن ۴

ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ اگر تدبر (یعنی غور) کر کے تلاوت کرتا ہوں تو مقدار کم رہتی ہے اور اگر بلا تدبر کرتا ہوں تو معانی کا خیال نہیں ہوتا میں نے اس سے کہا کہ تلاوت دو وقت کیا کرو، ایک وقت میں تدبر سے پڑھو اور دوسرے وقت میں محض تلاوت کو مقصود سمجھ کر فر فر پڑھتے چلے جاؤ، اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔[1]

فائدہ: قرآن پاک کے حقوق اور فضائل واحکام سے متعلق ''حقوق القرآن مع احکام التجوید'' کے نام سے علیحدہ رسالہ میں مضامین جمع کر دیئے گئے ہیں۔اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

(مرتب)

[1] الکلام الحسن ص ۶

باب ۱۱

روزہ سے متعلق ضروری مسائل واحکام

ماخوذ از بہشتی زیور ج ۳

حدیث شریف میں روزہ کا بڑا ثواب آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا مرتبہ ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھ کر رکھے تو اس کے سب اگلے گناہ صغیرہ بخش دیئے جائیں گے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے قیامت کے دن روزہ کا بے حد ثواب ملے گا۔

روایت ہے کہ روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن عرش کے تلے دسترخوان چنا جاوے گا وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھاویں گے اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوں گے۔ اس لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھانا کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہ رکھتے تھے یہ روزہ بھی دین اسلام کا بڑا رکن ہے، جو کوئی رمضان کے روزے نہ رکھے گا بڑا گناہ ہوگا اور اس کا دین کمزور ہو جائے گا۔

مسئلہ: ۱ رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو فرض ہیں، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے۔ اور گر کوئی روزہ کی نذر لے تو نذر کر لینے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ اور قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور اس کے سوا اور سب روزے نفل ہیں، رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں البتہ عید اور بقرعید کے دن اور بقرعید سے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ:۲ جب سے فجر کی نماز کا وقت آتا ہے اس وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک روزے کی نیت سے سب کھانا اور پینا چھوڑ دے اور بیوی سے ہمبستر بھی نہ ہو۔ شرع میں اس کو روزہ کہتے ہیں۔

مسئلہ:۳ زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ ہمبستر ہوا تو اس کا روزہ ہو گیا۔ اور اگر کوئی زبان سے بھی کہہ دے کہ یا اللہ میں کل تیرا روزہ رکھوں گا یا عربی میں یہ کہہ دے ''بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ '' تو بھی کچھ حرج نہیں یہ بھی بہتر ہے۔

مسئلہ:۴ اگر کسی نے دن بھر نہ تو کچھ کھایا نہ پیا صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہا لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتا تو روزہ ہو جاتا۔

مسئلہ:۵ شرع سے روزہ کا وقت صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے اس لئے جب تک صبح نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔ بعضی عورتیں پچھلے کو سحری کھا کر نیت کی دعا پڑھ کر لیٹ رہتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ اب نیت کر لینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہ چاہئے یہ خیال غلط ہے۔ جب تک صبح نہ ہو برابر کھا پی سکتی ہے چاہے نیت کر چکی ہو یا ابھی نہ کی ہو۔

رمضان شریف کے روزے کا بیان

مسئلہ:۱ رمضان شریف کے روزے کی اگر رات سے نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارارہ نہ تھا بلکہ صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہ رکھوں گا، پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بری بات ہے

اس لئے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکا ہو تو اب نیت نہیں کر سکتا۔

مسئلہ:۲ اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔

مسئلہ:۳ رمضان شریف کے روزہ میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا، اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

مسئلہ:۴ رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے نہ یہ نیت کی کہ میں کل نفل کا روزہ رکھوں گا رمضان کا روزہ نہ رکھوں گا بلکہ اس روزہ کی پھر کبھی قضا رکھ لوں گا تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا اور نفل کا نہیں ہوا۔

مسئلہ:۵ پچھلے رمضان کا روزہ قضا ہو گیا تھا اور پورا سال گذر گیا اب تک اس کی قضا نہیں رکھی پھر جب رمضان کا مہینہ آ گیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہو گا اور قضا کا روزہ نہ ہو گا، قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

مسئلہ:۶ کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اللہ تعالیٰ کے لئے دو روزہ یا ایک روزہ رکھوں گا پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو اسنے اسی نذر کے روزہ رکھنے کی نیت کی، رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا نذر کا روزہ ادا نہیں ہوا نذر کے روزے رمضان کے بعد پھر رکھے سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی روزے کی نیت کرے گا تو رمضان ہی کا روزہ ہو گا اور کوئی روزہ صحیح نہ ہو گا۔

مسئلہ:۷ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو اگر رمضان شریف کا چاند نکل آئے تو صبح کو روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر ابر ہو اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو جب تک یہ شبہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں روزہ نہ رکھو، بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرو۔

مسئلہ:۸ انتیسویں تاریخ ابر کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نہیں دکھائی دیا تو صبح کو نفل روزہ بھی نہ رکھو، ہاں اگر اتفاق پڑا کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا کسی اور مقرر دن کا روزہ رکھا کرتا تھا اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو گیا اب اس کی قضا نہ رکھے۔

مسئلہ:۹ بدلی کی وجہ سے انتیس تاریخ کو رمضان کا چاند نہیں دکھائی دیا تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ نہ کھاؤ پیو، اگر کہیں سے خبر آ جائے تو اب روزہ کی نیت کر لو اور اگر خبر نہ آئے تو کھاؤ پیو۔

مسئلہ:۱۰ انتیسویں تاریخ چاند نہیں ہوا تو یہ خیال نہ کرو کہ کل کا دن رمضان کا تو ہے نہیں لاؤ میرے ذمہ جو پارسال کا ایک روزہ قضا ہے اس کی قضا ہی رکھ لوں، یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لوں، اس دن قضا کا روزہ اور کفارہ کا روزہ اور نذر کا رکھنا بھی مکروہ ہے، کوئی روزہ نہ رکھنا چاہئے اگر قضا یا نذر کا روزہ رکھ لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہو گیا قضا اور نذر کا روزہ پھر سے رکھے اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہی ادا ہو گیا۔

رویت ہلال سے متعلق چند ضروری مسائل

مسئلہ:۱ اگر آسمان پر بادل ہے یا غبار ہے اس وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آیا لیکن ایک دیندار پرہیزگار سچے آدمی نے اگر گواہی دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو چاند کا ثبوت ہو گیا چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو۔

مسئلہ:۲ اور اگر بدلی کی وجہ سے عید کا چاند نہ دکھائی دیا تو ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے چاہے جتنا بڑا معتبر آدمی ہو بلکہ جب دو معتبر اور پرہیزگار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں اپنے چاند دیکھنے کی گواہی دیویں تب چاند کا ثبوت ہوگا، اور اگر چار عورتیں گواہی دیں تو بھی قبول نہیں۔

مسئلہ:۳ جو آدمی دین کی پابندی نہیں کرتا برابر گناہ کرتا رہتا ہے مثلاً نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا یا جھوٹ بولا کرتا ہے یا اور کوئی گناہ کرتا ہے، شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو شرع میں اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے چاہے جتنی قسمیں کھا کر کے بیان کرے بلکہ ایسے اگر دو تین آدمی ہوں ان کا بھی اعتبار نہیں۔

مسئلہ:۴ یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی اس دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے شریعت میں اس کا بھی کچھ اعتبار نہیں ہے، اگر چاند نہ ہو تو روزہ نہ رکھنا چاہئے۔

مسئلہ:۵ چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ چاند بہت بڑا ہے کل کا معلوم ہوتا ہے بری بات ہے حدیث میں آیا ہے کہ یہ قیامت کی نشانی ہے جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کہا کریں گے۔ خلاصہ یہ کہ چاند کے بڑے چھوٹے ہونے کا بھی کچھ اعتبار نہ کرو، نہ ہندوؤں کی اس بات کا اعتبار کرو کہ آج دوئج ہے آج ضرور چاند ہے شریعت سے یہ سب باتیں واہیات ہیں۔

مسئلہ:۶ اگر آسمان بالکل صاف ہوتو دو چار آدمیوں کے کہنے اور گواہی دینے سے بھی چاند ثابت نہ ہوگا چاہے رمضان کا چاند ہو چاہے عید کا، البتہ اگر اتنی کثرت سے لوگ اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے کہ یہ سب کے سب بات بنا کر نہیں آئے ہیں اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا کسی طرح نہیں ہوسکتا تب چاند ثابت ہوگا۔

مسئلہ:۷ شہر بھر میں یہ خبر مشہور ہے کہ کل چاند ہوا بہت لوگوں نے دیکھا لیکن بہت ڈھونڈا تلاش کیا پھر بھی کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس نے خود چاند دیکھا ہوتو ایسی خبر کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ:۸ کسی نے رمضان شریف کا چاند اکیلے دیکھا سوائے اس کے شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا لیکن یہ شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی گواہی سے شہر والے تو روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے اور اگر اس اکیلے دیکھنے والے نے تیس روزے پورے کر لئے لیکن ابھی عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو اکتیسواں روزہ بھی رکھے اور شہر والوں کے ساتھ عید کرے۔

مسئلہ:۹ اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے دیکھا اس لئے اس کی گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو اس دیکھنے والے آدمی کو بھی عید کرنا درست نہیں ہے صبح کو روزہ رکھے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔(بہشتی زیور)

قضا روزے کا بیان

مسئلہ:۱ جو روزے کسی وجہ سے جاتے رہے ہوں رمضان کے بعد جہاں تک جلدی ہوسکے ان کی قضا رکھ لے دیر نہ کرے۔ بے وجہ قضا رکھنے میں دیر لگانا گناہ ہے۔

مسئلہ:۲ روزے کی قضا میں دن تاریخ مقرر کر کے قضا کی نیت کرنا کہ فلاں

تاریخ کے روزے کی قضا رکھتا ہوں یہ ضروری نہیں ہے بلکہ جتنے روزے قضا ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینا چاہئے۔ البتہ اگر دو رمضان کے کچھ کچھ روزے قضا ہو گئے اس لئے دونوں سال کے روزوں کی قضا رکھنا ہے تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضا رکھتا ہوں۔

مسئلہ۳: قضا روزے میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا قضا کا روزہ پھر سے رکھے

مسئلہ۴: کفارے کے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ رات سے نیت کرنا چاہئے۔ اگر صبح ہونے کے بعد نیت کی تو کفارہ کا روزہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ۵: جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں چاہے سب کو ایک دم سے رکھ لیوے چاہے تھوڑے تھوڑے کر کے رکھے دونوں باتیں درست ہیں۔

مسئلہ۶: اگر رمضان کے روزے ابھی قضا نہیں رکھے اور دوسرا رمضان آ گیا تو خیر اب رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید کے بعد قضا رکھے لیکن اتنی دیر کرنا بری بات ہے۔

مسئلہ۷: رمضان کے مہینے میں دن کو بیہوش ہو گیا اور ایک دن سے زیادہ بیہوش رہا تو بیہوش ہونے کے دن کے علاوہ جتنے دن بیہوش رہا اتنے دنوں کی قضا رکھے۔ جس دن بیہوش ہوا اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ اس دن کا روزہ بوجہ نیت کے درست ہو گیا۔ ہاں اگر اس دن روزہ سے نہ تھا یا اس دن حلق میں کوئی دوا ڈالی گئی اور وہ حلق سے اتر گئی تو اس دن کی قضا بھی واجب ہے۔

مسئلہ۸: اور اگر رات کو بیہوش ہوا تو تب بھی جس رات کو بیہوش ہوا اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے باقی اور جتنے دن بیہوش رہا سب کی قضا واجب ہے ہاں اگر اس

رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا بھی روزہ بھی قضا رکھے۔

مسئلہ۹: اگر سارے رمضان بھر بیہوش رہے تب بھی قضا رکھنا چاہئے یہ نہ سمجھے کہ سب روزے معاف ہوگئے۔البتہ اگر جنون ہوگیا اور پورے رمضان بھر سڑی دیوانہ رہا تو اس رمضان کے کسی روزے کی قضا واجب نہیں اور اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی دن جنون جاتا رہا اور عقل ٹھکانے ہوگئی تو اب سے روزے رکھنے شروع کرے اور جتنے روزے جنون میں گئے ان کی قضا بھی رکھے۔

نذر کے روزے کا بیان

مسئلہ۱: جب کوئی روزہ کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے اگر نہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔

مسئلہ۲: نذر دو طرح کی ہے ایک تو یہ کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر مانی کہ یا اللہ اگر آج فلاں کام ہو جاوے تو کل ہی تیرا روزہ رکھوں گا یا یوں کہا کہ یا اللہ میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا،ایسی نذر میں اگر رات سے روزہ کی نیت کرے تو بھی درست ہے اور اگر رات سے نیت نہ کی تو دو پہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے نیت کر لیوے یہ بھی درست ہے نذر ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ۳: جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب جمعہ آیا تو بس اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے یہ مقرر نہیں کیا کہ یہ نذر کا روزہ ہے یا یہ کہ نفل کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گیا،البتہ اس جمعہ کو اگر قضا رکھ لیا اور نذر کا روزہ رکھنا یاد نہ رہا، یا یاد تو تھا مگر قصداً قضا کا روزہ رکھا تو نذر کا روزہ ادا نہ ہوگا بلکہ قضا کا روزہ ہو جائے گا،نذر کا روزہ

پھر رکھے۔

مسئلہ۴: اور دوسری نذر یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی بس اتنا ہی کہا یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گا یا کسی کام کا نام نہیں لیا ویسے ہی کہہ دیا کہ پانچ روزے رکھوں گا ایسی نذر میں رات سے نیت کرنا شرط ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔

نفل روزے کا بیان

مسئلہ۱: نفل روزے کی نیت اگر یہ مقرر کر کے کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتا ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر فقط اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ۲: دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک نفل کی نیت کر لینا درست ہے تو اگر دس بجے دن تک مثلاً روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں، پھر جی میں آ گیا اور روزہ رکھ لیا تو بھی درست ہے۔

مسئلہ۳: رمضان شریف کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفل روزہ رکھے جتنے زیادہ رکھے گا زیادہ ثواب پاوے گا، البتہ عید کے دن اور بقرعید کی دسویں گیارہویں، بارھویں اور تیرہویں سال بھر میں فقط پانچ دن روزے رکھنے حرام ہیں اس کے سوا سب روزے درست ہیں۔

مسئلہ۴: اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی نیت کی منت مانے تب بھی اس دن کا روزہ درست نہیں۔ اس کے بدلے کسی اور دن رکھ لیوے۔

مسئلہ۵: اگر کسی نے یہ منت مانی کی میں پورے سال کے روزے رکھوں گا سال میں کسی دن کا روزہ بھی نہ چھوڑوں گا تب بھی یہ پانچ روزہ نہ رکھے باقی سب رکھ

لے پھران پانچ روزوں کی قضار کھ لیوے۔

مسئلہ۶: نفل کا روزہ نیت کرنے سے واجب ہوجاتا ہے۔سوا گر صبح صادق سے پہلے یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے پھراس کے بعد توڑ دیا تواب اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ۷: کسی نے رات کوارادہ کا کہ میں کل روزہ رکھوں گا لیکن پھر صبح صادق ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیااور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔

مسئلہ۸: بے شوہر کی اجازت کے نفل روزہ رکھنا درست نہیں اگر بے اس کی اجازت روزہ رکھ لیا تو اس کے تڑوانے سے توڑ دینا درست ہے پھر جب وہ کہے تب اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ۹: کسی کے گھر مہمان گیا یا کسی نے دعوت کر دی اور کھانا نہ کھانے سے اس کا جی برا ہوگا دل شکنی ہوگی تو اس کی خاطر سے نفل روزہ توڑ دینا درست ہے اور مہمان کی خاطر سے گھر والی کو بھی توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ۱۰: کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی تب بھی توڑ دے او راس کی قضا رکھنا بھی واجب نہیں۔

مسئلہ۱۱: محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی یہ روزہ رکھے اس کے گذرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (اور اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، صرف دسویں کو روزہ رکھنا مکروہ ہے)

مسئلہ۱۲: اسی طرح بقرعید کی نویں تاریخ روزہ رکھنے کا بھی بڑا ثواب ہے اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اگر شروع چاند سے نویں تک برابر روزہ رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔

مسئلہ۱۳: شب برأت کی پندرہویں اور عید کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں سے زیادہ ثواب ہے۔

مسئلہ۱۴: اگر ہر مہینے کی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں، تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین روزے رکھا کرتے تھے ایسے ہی ہر دوشنبہ و جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے اگر کوئی ہمت کرے تو ان کا بھی بہت ثواب ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جن سے ٹوٹ جاتا ہے اور قضا یا کفارہ لازم آتا ہے ان کا بیان

مسئلہ۱: اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا لیوے یا پی لیوے یا بھولے سے بیوی سے ہمبستر ہو جاوے تو اس کا روزہ نہیں گیا۔ اگر بھول کر پیٹ بھر بھی کھا پی لیوے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر بھول کر کئی دفعہ کھا پی لیا تب بھی روزہ نہیں گیا۔

مسئلہ۲: ایک شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت دار ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے اور اگر کوئی ناطاقت ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلاوے کھانے دیوے۔

مسئلہ۳: دن کو سو گیا اور ایسا خواب دیکھا جس سے نہانے کی ضرورت ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ۴: دن کو سرمہ لگانا تیل لگانا خوشبو سونگھنا درست ہے اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا چاہے جس وقت ہو، بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک میں یا رینٹھ میں میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں گیا نہ مکروہ ہوا۔

مسئلہ۵: مرد اور عورت کا ساتھ لیٹنا، ہاتھ لگانا، پیار کرنا یہ سب درست ہے لیکن اگر جوانی کا اتنا جوش ہو کہ باتوں سے صحبت کرنے کا ڈر ہو تو ایسا نہ کرنا چاہئے مکروہ ہے۔

مسئلہ۶: حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا آپ ہی آپ دھواں چلا گیا یا گرد وغبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا البتہ اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ۷: لوبان وغیرہ کوئی دھونی سلگائی پھر اسکو اپنے پاس رکھ کر سونگھا کیا، تو روزہ جاتا رہا۔ اسی طرح حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے۔ البتہ اس دھویں کے سوا عطر کیوڑہ گلاب پھول وغیرہ اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو درست ہے۔

مسئلہ۸: دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا ڈلی کا دھرا وغیرہ کوئی اور چیز تھی اس کو خلال سے نکال کر کھا گیا لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی تو دیکھو اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں گیا اور اگر چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو جاتا رہا البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا پھر اس کے بعد نگل گیا تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا چاہے وہ چیز چنے کی برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ۹: تھوک نگلنے سے روزہ نہیں جاتا چاہے جتنا ہو۔

مسئلہ۱۰: اگر پان کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں روزہ ہو گیا۔

مسئلہ۱۱: رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا دن کو نہایا تب بھی روزہ ہو گیا بلکہ اگر دن بھر نہ نہاوے تب بھی روزہ نہیں جاتا البتہ اس کا گناہ الگ ہو گا۔

مسئلہ۱۲: ناک کو اتنے زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اسی طرح منہ کی رال سڑک کر کے نگل جانے سے روزہ نہیں جاتا۔

مسئلہ۱۳: منہ میں پان دبا کر سو گیا اور صبح ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی تو روزہ نہیں ہوا

قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۴: کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۵: آپ ہی آپ قے ہوگئی تو روزہ نہیں گیا چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور بھر منہ قے ہوئی تو روزہ جاتا رہا اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا۔

مسئلہ ۱۶: تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا البتہ اگر قصداً لوٹا لیتا تو روزہ ٹوٹ جاتا۔

مسئلہ ۱۷: کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ کوئی ایسی چیز کھالی جس کو نہیں کھایا کرتے اور نہ اس کوئی بطور دوا کے کھاتا ہے تو اس کا روزہ جاتا رہا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں اور اگر ایسی چیز کھائی یا پی جس کو لوگ کھایا کرتے ہیں یا کوئی ایسی چیز ہے کہ یوں تو نہیں کھاتے لیکن بطور دوا کے ضرورت کے وقت کھاتے ہیں تو بھی روزہ جاتا رہا اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ ۱۸: اگر مرد سے ہمبستری ہوئی تب بھی روزہ جاتا رہا اس کی قضا بھی رکھے اور کفاہ بھی دیوے۔ جب مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور قضا و کفارہ واجب ہو گئے چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔

مسئلہ ۱۹: اگر مرد نے پاخانہ کی جگہ اپنا عضو کر دیا اور سپاری اندر چلی گئی تب بھی عورت مرد دونوں کا روزہ جاتا رہا قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ ۲۰: روزے کے توڑنے سے کفارہ جب ہی لازم آتا ہے جب کہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے اور رمضان شریف کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے سے

کفارہ واجب نہیں ہوتا چاہے جس طرح توڑے اگر چہ وہ روزہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو البتہ اگر اس روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن حیض آ گیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۱: کسی نے روزہ میں ناس لیا یا کان میں تیل ڈالا یا جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی تب بھی روزہ جاتا رہا لیکن صرف قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں گیا۔

مسئلہ ۲۲: روزہ میں پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کوئی چیز ڈالنا درست نہیں اگر کسی نے دوا رکھ لی تو روزہ جاتا رہا قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۴: منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۲۵: اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر کسی کا شوہر بڑا بدمزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک پانی درست نہ ہوا تو ناک میں دم کر دے گا اس کو نمک چکھ لینا درست ہے اور مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۶: اپنے منھ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کوئی چیز کھلانا مکروہ ہے البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے اور مجبوری و ناچاری ہو جاوے تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۷: کوئلہ چبا کر دانت مانجھنا مکروہ ہے۔ اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جاوے گا تو روزہ جاتا رہے گا اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی اسی وقت کی توڑی ہوئی اگر نیب کی مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منھ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔

مسئلہ۲۸: کوئی عورت غافل سورہی تھی یا بیہوش پڑی تھی اس سے کسی نے صحبت کی تو روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں اور مرد پر کفارہ بھی واجب ہے۔

مسئلہ۲۹: کسی نے بھولے سے کچھ کھالیا اور یوں سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اسوجہ سے پھر قصداً کچھ کھالیا تو اب روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ۳۰: اگر کسی کو قے ہوئی اور وہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس گمان پر پھر قصداً کھالیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ۳۱: اگر سرمہ لگایا یا فصد لی یا تیل ڈالا پھر سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر قصداً کھالیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ۳۲: رمضان کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے۔سارے دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

مسئلہ۳۳: کسی نے رمضان میں روزہ کی نیت ہی نہیں کی اس لئے کھاتا پیتا رہا اس پر کفارہ واجب نہیں کفارہ جب ہے کہ نیت کر کے توڑ دیوے۔

سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان

مسئلہ۱: سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوہارے ہی کھالیوے۔ یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھالیوے کچھ نہ سہی تھوڑا سا پانی ہی پی لیوے۔

مسئلہ۲: اگر کسی نے سحری نہ کھائی اور اٹھ کر ایک آدھ پان کھالیا تو بھی سحری کھانے کا ثواب مل گیا۔

مسئلہ۳: سحری میں جہاں تک ہوسکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہ پڑ جاوے۔

مسئلہ۴: اگر سحری بڑی جلدی کھالی مگر اس کے بعد پان، تمبا کو، چائے، پانی دیر تک کھاتا پیتا رہا جب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر ڈالی تب بھی دیر کر کے کھانے کا ثواب مل گیا اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو دیر کر کے کھانے کا حکم ہے۔

مسئلہ۵: اگر رات کو سحری کھانے کے لئے آنکھ نہ کھلی سب کے سب سو گئے تو بے سحری کھائے صبح کا روزہ رکھو، سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی کی بات اور بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ۶: جب تک صبح نہ ہو اور فجر کا وقت نہ آوے جس کا بیان نمازوں کے وقتوں میں گذر چکا ہے تب تک سحری کھانا درست ہے اس کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ۷: کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے اس گمان پر سحری کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہوجانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں لیکن پھر بھی کچھ کھائے پیئے نہیں روزہ داروں کی طرح رہے۔ اسی طرح اگر سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا تو روزہ جاتا رہا اس کی قضا کرے کفارہ واجب نہیں اور اب جب تک سورج نہ ڈوب جاوے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

مسئلہ۸: اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح ہوجانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھالیا یا پانی پی لیا تو برا کیا اور گناہ ہوا۔ پھر اگر معلوم ہوگیا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اس روزہ کی قضا رکھے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو شبہ ہی شبہ رہ جاوے تو قضا رکھنا واجب نہیں ہے لیکن احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس کی قضا رکھ لیوے۔

مسئلہ۹: مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو ترت (فوراً) روزہ کھول ڈالے دیر کر کے روزہ کھولنا مکروہ ہے۔

مسئلہ۱۰: بدلی کے دن ذرا دیر کر کے روزہ کھولو جب خوب یقین ہو جائے کہ سورج ڈوب گیا ہوگا تب افطار کرو اور صرف گھڑی گھڑیال وغیرہ پر کچھ اعتماد نہ کرو جب تک کہ تمہارا دل گواہی نہ دیدے کیونکہ گھڑی شاید کچھ غلط ہو گئی ہو بلکہ اگر کوئی اذان بھی کہہ دیوے لیکن ابھی وقت آنے میں کچھ شبہ ہے تب بھی روزہ کھولنا درست نہیں۔

مسئلہ۱۱: چھوہارے سے روزہ کھولنا بہتر ہے یا اور کوئی میٹھی چیز ہو اس سے کھولے وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے بعضی عورتیں اور بعضے مرد نمک کی کنکری سے افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط عقیدہ ہے۔

مسئلہ۱۲: جب تک سورج ڈوبنے میں شبہ رہے تب تک افطار کرنا جائز نہیں۔

کفارے کا بیان

مسئلہ۱: رمضان شریف کے روزے توڑ ڈالنے کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے برابر لگا تار روزے رکھے تھوڑے تھوڑے کر کے روزے رکھنے درست نہیں اگر کسی وجہ سے بیچ میں دو ایک روزے نہیں رکھے تو اب پھر سے دو مہینے کے روزے رکھے ہاں جتنے روزے حیض کی وجہ سے جاتے رہے ہیں وہ معاف ہیں ان کے چھوٹ جانے سے کفارہ میں کچھ نقصان نہیں آیا لیکن پاک ہونے کے بعد ترت پھر روزے رکھنے شروع کرے اور ساٹھ روزے پورے کر لیوے۔

مسئلہ۲: نفاس کی وجہ سے بیچ میں روزے چھوٹ گئے پورے روزے لگا تار نہیں رکھ سکی تو بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا سب روزے پھر سے رکھے۔

مسئلہ۳: اگر دکھ بیماری کی وجہ سے بیچ میں کفارہ کے کچھ روزے چھوٹ گئے تب بھی تندرست ہونے کے بعد پھر سے روزے رکھنے شروع کرے۔

مسئلہ۴: اگر بیچ میں رمضان کا مہینہ آ گیا تب بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ۵: اگر کسی کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کی صبح شام پیٹ بھر کے کھانا کھلا دیوے جتنا ان کے پیٹ میں سماوے خوب تن کر کھا لیویں۔

مسئلہ۶: ان مسکینوں میں اگر بعضے بالکل چھوٹے بچے ہوں تو جائز نہیں ان بچوں کے بدلے اور مسکینوں کو پھر کھلاوے۔

مسئلہ۷: اگر گیہوں کی روٹی ہو تو روکھی روٹی کھلانا بھی درست ہے اور جوَ باجرہ، جوار وغیرہ کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ دال وغیرہ دینا چاہئے جس کے ساتھ روٹی کھاویں۔

مسئلہ۸: اگر کھانا نہ کھلاوے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کچا اناج دے دے تو بھی جائز ہے ہر ایک مسکین کو اتنا اتنا دے جتنا صدقہ فطر دیا جاتا ہے (یعنی ایک کیلو چھ سو تینتیس گرام گیہوں یا اس کی قیمت)

مسئلہ۹ اگر اتنے اناج کی قیمت دے دے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ۱۰: اگر کسی اور سے کہہ دیا کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کرو اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اور اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا کچا اناج دیدیا تب بھی کفارہ ادا ہو گیا اور اگر بے اس کے کہے کسی نے اس کی طرف سے دیدیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ۱۱: اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح و شام کھانا کھلا دیا یا ساٹھ دن تک کچا اناج یا قیمت دیتا رہا تو بھی کفارہ صحیح ہو گیا۔

مسئلہ۱۲: اگر ساٹھ دن تک لگا تار کھانا نہیں کھلایا بلکہ بیچ میں کچھ دن ناغہ ہو گئے تو کچھ حرج نہیں یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ۱۳: اگر ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن دے دیا تو درست نہیں۔اسی طرح ایک ہی فقیر کو ایک ہی دن اگر ساٹھ دفعہ کر کے دے دیا تب بھی ایک ہی دن کا ادا ہوا، ایک کم ساٹھ مسکینوں کو پھر دینا چاہیئے، اسی طرح قیمت دینے کا بھی حکم ہے یعنی ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے سے زیادہ دینا درست نہیں۔

مسئلہ۱۴: اگر کسی فقیر کو صدقہ فطر کی مقدار سے کم دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ۱۵: اگر ایک ہی رمضان کے دو یا تین روزے توڑ ڈالے تو ایک ہی کفارہ واجب ہے۔البتہ اگر یہ دونوں روزے ایک رمضان کے نہ ہوں تو الگ الگ کفارہ دینا پڑے گا۔

جن وجہوں سے روزہ توڑ دینا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ۱: اچانک ایسا بیمار پڑ گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان پر بن آوے گی یا بیماری بہت بڑھ جاوے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے۔جیسے دفعتاً (اچانک) پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بیتاب ہو گیا یا سانپ نے کاٹ کھایا تو دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے۔ایسے ہی اگر ایسی پیاس لگی کہ ہلاکت کا ڈر ہے تو بھی روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ۲: حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ۳: کھانا پکانے کی وجہ سے بیحد پیاس لگ آئی اور اتنی بیتابی ہوگئی کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے۔ لیکن اگر خود اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گنہگار ہوگی۔

جن وجہوں سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ۱: اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان کرتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جاوے گی یا دیر میں اچھا ہوگا یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے جب اچھا ہو جائے گا تو اس کی قضا رکھ لے لیکن فقط اپنے دل سے ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں ہے بلکہ جب کوئی مسلمان دیندار طبیب کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان کرے گا تب چھوڑنا چاہئے۔

مسئلہ۲: اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے فقط اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

مسئلہ۳: اگر حکیم نے تو کچھ کہا نہیں لیکن خود اپنا تجربہ ہے اور کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان کرے گا تب بھی روزہ نہ رکھے اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کچھ حال معلوم نہ ہو تو فقط خیال کا اعتبار نہیں، اگر دیندار حکیم کے بغیر بتائے اور بے تجربے کے اپنے خیال ہی خیال پر رمضان کا روزہ توڑے گا تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ نہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔

مسئلہ۴: اگر بیماری سے اچھا ہو گیا لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور یہ غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار پڑ جاوے گا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ۵: اگر کوئی مسافرت میں ہو تو اس کو بھی درست ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر

کبھی اس کی قضا رکھ لیوے اور مسافرت کے معنی وہی ہیں جس کا نماز کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے یعنی تین منزل (۷۷ کیلومیٹر) جانے کا قصد ہو۔

مسئلہ ۶: مسافرت میں اگر روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل پر سوار ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جاوں گا یا اپنے ساتھ سب راحت وآرام کا سامان موجود ہے تو ایسے وقت سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر روزہ نہ رکھے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ ہاں رمضان شریف کے روزے کی جو فضیلت ہے اس سے محروم رہے گا۔ اور اگر راستہ میں روزہ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی ہو تو ایسے وقت روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۷: اگر بیماری سے اچھا نہیں ہوا اسی میں مرگیا یا ابھی گھر نہیں پہنچا مسافرت ہی میں مرگیا تو جتنے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ قضا رکھنے کی مہلت ابھی اس کو نہیں ملی تھی۔

مسئلہ ۸: اگر بیماری میں دس روزے گئے تھے پھر پانچ دن اچھا رہا لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں فقط پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر پکڑا جاوے گا۔ اور اگر پورے دس دن اچھا رہا تو پورے دسوں دن کی پکڑ ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ جتنے روزوں کا مواخذہ اس پر ہونے والا ہے اتنے دنوں کا فدیہ دینے کے لئے کہہ کر مرے جبکہ اس کے پاس مال ہو اور فدیہ کا بیان آگے آتا ہے۔

مسئلہ ۹: اسی طرح اگر مسافرت میں روزے چھوڑ دیئے تھے پھر گھر پہنچنے کے بعد مرگیا تو جتنے دن گھر میں رہا ہے فقط اتنے دن کی پکڑ ہوگی اس کو بھی چاہئے کہ فدیہ کی وصیت کر جاوے۔ اگر روزے گھر رہنے کی مدت سے زیادہ چھوٹے ہوں تو ان کا مواخذہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھیر گیا تو اب روزہ چھوڑنا

درست نہیں کیونکہ شرع سے اب وہ مسافر نہیں رہا۔ البتہ اگر پندرہ دن سے کم ٹھیرنے کی نیت ہوتو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۱: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا کچھ ڈر ہوتو روزہ نہ رکھے پھر کبھی قضا رکھ لے لیکن اگر اپنا شوہر مالدار ہے کہ کوئی انّا (دودھ پلانے والی) رکھ کر دودھ پلوا سکتا ہے تو دودھ پلانے کی وجہ سے ماں کو روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ ایسا بچہ ہے کہ سوائے اپنی ماں کے کسی اور کا دودھ نہیں پیتا ہے تو ایسے وقت ماں کو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۲: کسی انّا نے دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آ گیا اور روزہ سے بچہ کی جان کا ڈر ہے تو انّا کو بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۳: عورت کو حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوا اور نفاس ہو گیا تو حیض اور نفاس رہنے تک روزہ رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۴: اگر رات کو پاک ہو گئی تو اب صبح کو روزہ نہ چھوڑے۔ اگر رات کو نہ نہائی ہو تب بھی روزہ رکھ لیوے اور صبح کو نہا لیوے اور اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزہ کی نیت کرنا درست نہیں لیکن کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں ہے۔ اب دن بھر روزہ داروں کی طرح رہنا چاہئے۔

مسئلہ ۱۵: اسی طرح اگر کوئی دن کو مسلمان ہوا یا دن کو جوان ہوا تو اب دن بھر کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے اور اگر کچھ کھا لیا تو اس روزہ کی قضا رکھنا بھی نئے مسلمان اور نئے جوان کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۶: مسافرت میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی اپنے گھر پہنچ گیا یا ایسے وقت میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے کہیں رہ پڑا اور اب تک

کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اب روزہ کی نیت کر لیوے۔

فدیہ کا بیان

مسئلہ۱: جس کو اتنا بوڑھاپا ہو گیا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنا بیمار ہے کہ اب اچھے ہونے کی امید نہیں نہ روزے رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزے نہ رکھے اور اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ دے دے یا صبح شام پیٹ بھر کے اس کو کھلا دیوے شرع میں اس کو فدیہ کہتے ہیں اور اگر غلہ کے بدلے اسی قدر غلہ کی قیمت دے دے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ۲: وہ گیہوں اگر تھوڑے تھوڑے کر کے کئی مسکینوں کو بانٹ دیوے تو بھی صحیح ہے۔

مسئلہ۳: پھر اگر کبھی طاقت آ گئی یا بیماری سے اچھا ہو گیا تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے۔ اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ۴: کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتے وقت وصیت کر گیا کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دے دینا تو اس کے مال میں سے اس کا ولی فدیہ دے دے اور کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آوے تو دینا واجب ہو گا۔

مسئلہ۵: اگر اس نے وصیت نہیں کی مگر ولی نے اپنے مال میں سے فدیہ دیدیا تب بھی خدا سے امید رکھے کہ شاید قبول کر لے اور اب روزوں کا مواخذہ نہ کرے اور بغیر وصیت کئے خود مردے کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں، اسی طرح اگر تہائی مال سے فدیہ زیادہ ہو جائے تو باوجود وصیت کے بھی زیادہ دینا بدون رضا مندی سب وارثوں

کے جائز نہیں ہاں اگر سب وارث خوشی دل سے راضی ہو جاویں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں بالغ وارث اپنا حصہ جدا کر کے اسمیں سے دے دیں تو درست ہے۔

مسئلہ۶: اگر کسی کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں اور وصیت کر کے مر گیا کہ میری نمازوں کے بدلے میں فدیہ دے دینا اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ:۷ ہر وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزہ کا فدیہ ہے اس حساب سے دن رات کے پانچ فرض اور ایک وتر چھ نمازوں کی طرف سے ایک چھٹانک کم پونے گیارہ سیر گیہوں اسی روپئے کے سیر سے دیوے مگر احتیاطاً پورے بارہ سیر دیوے۔(یعنی ایک کلو چھ سو تینتیس گرام تو ضروری ہے اور بہتر یہ ہے کہ پونے دو کیلو یا پورے دو کیلو دیدے)

مسئلہ۸: کسی کے ذمہ زکوٰۃ باقی ہے ابھی ادا نہیں کی تو وصیت کر جانے سے اس کا بھی ادا کر دینا وارثوں پر واجب ہے۔اگر وصیت نہیں کی اور وارثوں نے اپنی خوشی سے دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

مسئلہ۹: اگر ولی مردے کی طرف سے قضا روزے رکھ لیوے یا اس کی طرف سے قضا نمازیں پڑھ لیوے تو یہ درست نہیں یعنی اس کے ذمہ سے نہ اتریں گی۔

مسئلہ۱۰: بے وجہ رمضان کا روزہ چھوڑ دینا درست نہیں اور بڑا گناہ ہے یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے ایک روزہ قضا رکھ لوں گا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے بدلے میں اگر سال بھر برابر روزے رکھتا رہے تب بھی اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا رمضان میں ایک روزے کا ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ۱۱: اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو اور لوگوں کے سامنے کچھ

کھائے نہ پیئے نہ یہ ظاہر کرے کہ آج میرا روزہ نہیں ہے اس لئے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اگر سب سے کہہ دے گا تو دہرا گناہ ہوگا۔ ایک تو روزہ نہ رکھنے کا دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔ یہ جو مشہور ہے کہ خدا کی چوری نہیں تو بندہ کی کیا چوری یہ غلط بات ہے جو کسی غدر سے روزہ نہ رکھے اس کو بھی مناسب ہے کہ سب کے روبرو نہ کھاوے۔

مسئلہ۱۲: جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے لائق ہو جائیں تو ان کو بھی روزہ کا حکم کرے اور جب دس برس کی عمر ہو جاوے تو مار کر روزہ رکھاوے اگر سارے روزہ نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھاوے۔

مسئلہ۱۳: اگر نابالغ لڑکا لڑکی روزہ رکھ کے توڑ ڈالے تو اس کی قضا نہ رکھاوے۔ البتہ اگر نماز کی نیت کر کے توڑ دے تو اس کو دہراوے۔

مسئلہ۱۴: کسی نے بے وقوفی سے قسم کھائی کہ میں روزہ نہ رکھوں گا پھر روزہ کی نیت کر لی تو دم بھر گذرنے سے بھی قسم ٹوٹ گئی، پورے دن گذرنے کا انتظار نہ کریں گے۔ اگر تھوڑی دیر بعد روزہ توڑے گا تب بھی قسم ٹوٹنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر یوں کہا کہ ایک روزہ بھی نہ رکھوں گا تو روزہ ختم ہونے کے وقت قسم ٹوٹے گی جب تک پورا دن نہ گذرے اور روزہ کھولنے کا وقت نہ آوے تب تک قسم نہ ٹوٹے گی۔ اگر وقت آنے سے پہلے ہی روزہ توڑ ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

(بہشتی زیور ج سوم)